عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

اپریل فول
تاریخ اور اسلامی تعلیمات کے آئینہ میں

جلد نمبر ۳۷ | ۱۴ تا ۲۰ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق یکم تا ۷ اپریل ۲۰۱۸ء | شمارہ ۱۳

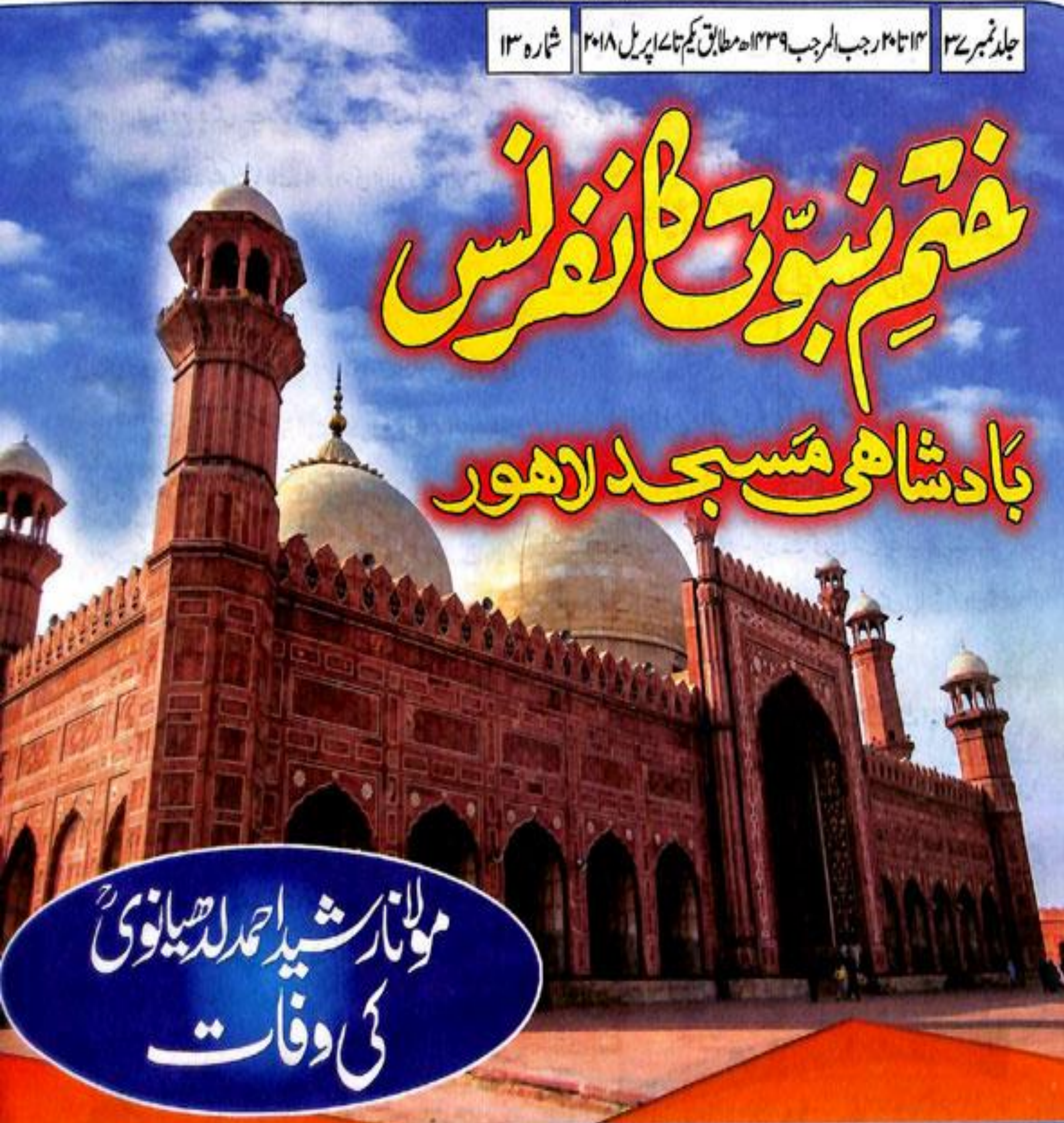

ختم نبوت کانفرنس
بادشاہی مسجد لاہور

مولانا رشید احمد لدھیانویؒ کی وفات

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

اولاد کو جائیداد سے عاق کرنے کا حکم

س:......کیا والدین کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی کسی اولاد کو عاق کردیں اور وراثت سے محروم کرنے کی وصیت کردیں؟ تاکہ مرنے کے بعد اس اولاد کو ورثہ میں سے کچھ بھی نہ ملے یا پھر زندگی میں ہی کسی ایک اولاد کے نام سب کچھ کردیا جائے اور دوسری اولاد کو محروم کردیا جائے۔ شریعت کی نظر میں یہ فعل کیسا ہے؟

ج:......کسی وراث کو حق وراثت سے محروم کرنا شرعاً جائز نہیں ہے؟ نہ ہی ایسی وصیت کرنا جائز ہے اور اگر ایسی وصیت کی گئی ہو تو بھی وہ نافذ العمل نہیں ہوگی اور وارث کو ترکہ میں حصہ ملے گا۔ تاہم اگر زندگی میں ہی تمام جائیداد کسی ایک اولاد کے نام کردی اور قبضہ بھی دے دیا جبکہ دوسرے کو محروم کردیا تو یہ فیصلہ نافذ ہوجائے گا، لیکن محروم کرنے والا گناہ گار ہوگا اور اپنی آخرت خراب کرنے کی بنا پر عذاب و سزا کا مستحق ہوگا۔

”ولو وهب جميع ماله لابنه جاز في القضاء وهو آثم نص عن محمد هكذا في العيون۔“

(خلاصۃ الفتاوی، ص:۴۰۰، ج:۴، کتاب الہبۃ)

”رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء ويكون آثما فيما صنع.“ (فتاوی قاضی خان على هامش الهندية، ص:۲۷۹، ج:۳، فصل فی ہبۃ الوالد لولدہ)

حج فرض چھوڑ کر حجِ بدل کرنے کا کیا حکم ہے؟

س:......ایک شخص پر حج فرض ہے، اسے کوئی عذر بھی نہیں ہے، مگر وہ اپنا حج فرض ادا کرنے کے بجائے ایک دوسرے رشتہ دار کی طرف سے حجِ بدل پر جارہا ہے، کیا اس کا حج بدل کے لئے جانا صحیح ہے؟

ج:...... جس آدمی پر جو خود حج فرض ہو اور وہ بلا عذر اسے ادا نہ کرے بلکہ اپنا فرض چھوڑ کر کسی دوسرے کے لئے حجِ بدل کرے تو یہ اس کے لئے مکروہ تحریمی ہے۔ حجِ بدل کے لئے کسی ایسے شخص کو بھیجنا چاہئے جو اپنا حج فرض ادا کرچکا ہو۔

کیا اولاد پر والدین کو حج کرانا ضروری ہے؟

س:......مجھ پر حج فرض ہے اور میں نے حج کے لئے درخواست بھی جمع کرائی ہے اور میرے والدین نے بھی حج نہیں کیا، کیا میرے لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنے والدین کو حج کراؤں؟ بعد میں اپنا حج کروں؟ کیونکہ والدین پر حج فرض نہیں ہے۔

ج:......آپ پر چونکہ حج فرض ہے، اس لئے پہلے اپنا فرض ادا کرلیں۔ بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو والدین کو بھی حج کروادیں، یہ آپ کے لئے بڑی سعادت کی بات ہوگی۔ بہرحال! اولاد کے ذمہ فرض نہیں ہے کہ وہ والدین کو حج کرائیں اور اگر والدین خود مالدار ہوں تو ان کے ذمہ اپنا حج ادا کرنا فرض ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب!

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
کراچی

مجلسِ ادارت
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۷ ۱۴تا۲۰ررجب المرجب۱۴۳۹ھ مطابق یکم تا ۷راپریل ۲۰۱۸ء شمارہ: ۱۳

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

ختم نبوت کانفرنس بادشاہی مسجد، لاہور	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
اپریل فول! تاریخ اور اسلامی تعلیمات کے آئینہ میں	۹	مولانا ندیم الواجدی
ایک درویش صفت گورنر	۱۳	محمد سراج الآفاق
معتمد و غیر معتمد تفاسیر (۲۸)	۱۵	مولانا فضل محمد یوسف زئی
اے انسان! تجھے اپنے اوپر ترس کھانا چاہیے	۱۸	حضرت امام غزالی رحمہ اللہ
تحریک تحفظ ختم نبوت..... ایک نظر میں! (۳)	۲۰	حافظ محمد امین
رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام (۱۶)	۲۳	حافظ عبیداللہ
مولانا رشید احمد لدھیانویؒ کی وفات	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

بنیاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

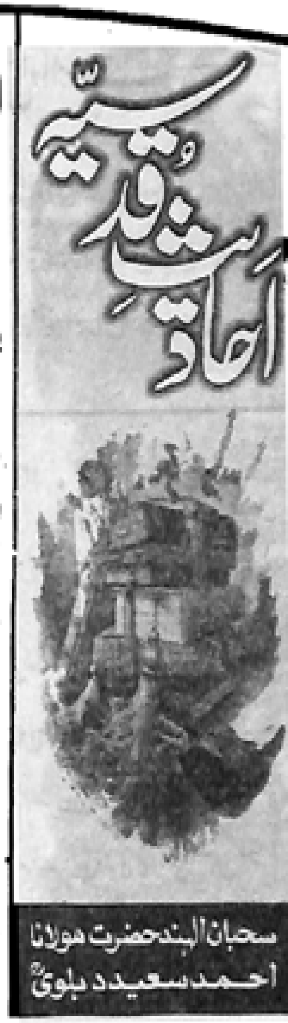

تسبیح، تحمید، استغفار اور درود شریف

حدیث قدسی ۱۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے: جب آدمی بیٹھتا ہے اور کہتا ہے: ''الحمد للّٰہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضی'' تو قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! ان کلمات کا ثواب لکھنے کے لئے دس فرشتے دوڑتے ہیں اور ہر ایک فرشتہ اس بات کی خواہش کرتا ہے کہ میں اس کا اجر لکھوں، لیکن وہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح لکھیں یا کس قدر لکھیں؟ پس اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کی خدمت میں جو صاحب عزت ہے پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس طرح میرے بندے نے کہا ہے، اس کو لکھ لو۔

(حاکم، ابن حبان)

یعنی: تم صرف کلمات لکھو اور ثواب کو مجھ پر چھوڑ دو۔

حدیث قدسی ۱۱: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جو شخص یہ دعا پڑھتا ہے:

''اللّٰھم فاطر السموٰت والارض عالم الغیب والشھادۃ انی اعھد الیک فی ھذہ الحیوۃ الدنیا انی اشھد ان لا الٰہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمداً عبدک ورسولک فانک ان تکلنی الیٰ نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی ان اثق الا برحمتک فاجعل لی عندک عھداً توفنیہ یوم القیٰمۃ انک لا تخلف المیعاد۔''

اس دعا پڑھنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ قیامت میں اپنے فرشتوں سے فرمائے گا: تحقیق میرے بندے نے مجھ سے ایک عہد کیا ہے، سو تم اس عہد کو پورا کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کو جنت میں داخل کردے گا۔ (احمد)

حدیث قدسی ۱۲: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام کہے: ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' تو تم کہا کرو: ''اللّٰھم ربنا ولک الحمد'' بلاشک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی وساطت سے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا قول سنا، جس نے اس کی تعریف کی۔

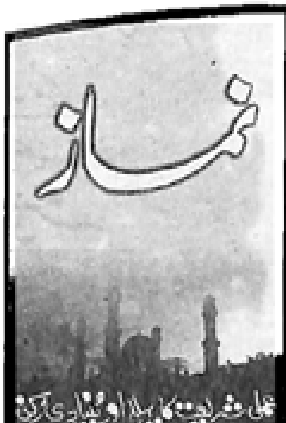

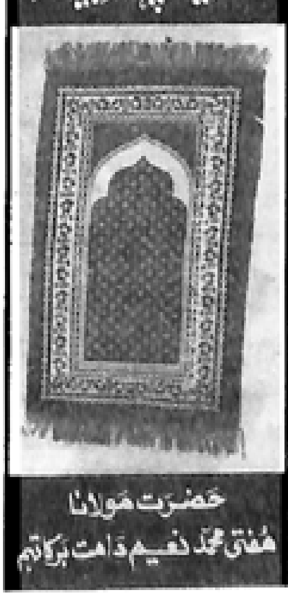

نماز کے آداب

س:...... نماز پڑھنے والے کو نماز سے متعلق کن کن آداب کا خیال رکھنا چاہئے؟

ج:...... نماز پڑھنے والے کو نماز سے متعلق درج ذیل آداب کا خیال رکھنا چاہئے: (۱) لباس (پاک ہونا تو فرض و شرط ہے) صاف ستھرا بھی ہو اور ایسا بھی ہو جسے پہن کر دوسروں کے سامنے جانے میں جھجک بھی محسوس نہ ہو۔ (۲) لباس ایسے کپڑے کا نہ ہو جس کے پہننے کا مردوں کو شریعت نے منع فرمایا ہو۔ (۳) بہتر یہ ہے کہ قمیص پوری آستین کی ہو۔ (۴) وضو کے بعد نماز شروع کرنے سے پہلے آستین بازوؤں سے کلائیوں کی طرف اتاری گئی ہوں۔ (۵) اگر موزے پہنے ہوئے نہ ہوں تو مردوں کے پیروں کے ٹخنے کھلے ہوئے ہوں، نیز عورتوں کے ٹخنے ڈھکے ہوئے رہیں پیروں کے بقیہ حصے کھلے ہوئے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ (۶) کھڑے ہونے (قیام) کی حالت میں باوقار طریقے سے (نہ اکڑ کر، نہ ہی جھکے ہوئے) کھڑا رہا جائے۔ (۷) کسی بھی رکن میں داڑھی سے کھیلنے، کپڑوں کو درست کرنے، جسم کو کھجلانے سے باز رہا جائے (اگر کسی رکن میں تین مرتبہ ایسا کوئی عمل کرلیا جائے، جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے تو نماز ہی ٹوٹ جائے گی)۔ (۸) کھڑے ہونے کی حالت میں دونوں پیروں کے درمیان چار انگل کے برابر فاصلہ رکھا جائے، البتہ عورتیں دونوں پیروں کو ایک ساتھ ملا کر رکھیں۔ (۹) ٹوپی، رومال، پگڑی میں سے کسی سے بھی سر ڈھکا ہوا ہے، (کیا مسجد میں رکھی گئی ٹوپیاں اس قابل رہتی ہیں جنہیں پہن کر کسی کے سامنے جایا جائے؟)۔ (۱۰) نماز میں نظروں کو ادھر ادھر بھٹکنے سے باز رکھا جائے۔ (۱۱) نماز میں آنکھیں کھلی رکھی جائیں، البتہ قیام و قومہ کی حالت میں نظریں سجدے کی جگہ، رکوع میں پیروں پر، قعدے میں گود میں رکھی جائیں۔ (۱۲) نماز میں اپنی پوری توجہ نماز میں رکھی جائے، ادھر ادھر کے خیالات سے دل و دماغ کو خالی رکھا جائے، اگر خیالات خود بخود آرہے ہوں تو انہیں چلایا نہ جاتا رہے (ان میں مشغول نہ رہا جائے) بلکہ نماز کی طرف دھیان بار بار لوٹایا جاتا رہے۔ (۱۳) پہلی ترجیح تو اس خیال کی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں اور میں انہیں دیکھ رہا ہوں (اگر یہ خیال دل و دماغ میں نہ جم پارہا ہو تو) دوسری ترجیح اس خیال کو حاصل رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام رحمتوں سمیت بغیر کسی پردے کے میری طرف متوجہ ہیں اور مجھ دیکھ رہے ہیں۔ (۱۴) اگر معذور نہیں ہے تو مرد سجدے میں جاتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے رکھے پھر ہتھیلیاں رکھے، کلائیوں کو زمین سے اٹھا ہوا رکھے، پھر ناک رکھے پھر پیشانی رکھے، سجدے سے اٹھتے ہوئے اس کا الٹ کرے۔

ادار یہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

ختم نبوت کانفرنس

بادشاہی مسجد لاہور

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۱۰؍مارچ ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ تاریخ ساز ختم نبوت کانفرنس بادشاہی مسجد لاہور میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی تین نشستیں ہوئیں۔ مختلف نشستوں کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب امراء مولانا عزیز احمد، مولانا پیر حافظ ناصر الدین خاکوانی نے کی، جبکہ مہمانِ خصوصی جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی امیر مولانا فضل الرحمٰن، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی تھے۔ کانفرنس میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، جمعیۃ علماء پاکستان کے مولانا شاہ اویس نورانی، مولانا ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، وفاقی وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف، جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی قائم مقام سیکرٹری جنرل مولانا محمد امجد خان، جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا فضل الرحیم، مرکزی جمعیۃ اہل حدیث پاکستان کے سربراہ علامہ پروفیسر ساجد میر، مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، پاکستان شریعت کونسل کے مولانا زاہد الراشدی، مکہ مکرمہ سے آئے ہوئے مہمان مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ، جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی رہنما فرید احمد پراچہ، سجادہ نشین خانقاہ کوٹ مٹھن خواجہ معین الدین کوریجہ، آزاد کشمیر کے رکنِ اسمبلی راجہ محمد صدیق، شاہینِ ختم نبوت مولانا اللہ وسایا، مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا ڈاکٹر میاں محمد اجمل قادری سمیت کثیر تعداد میں علماء اور لاکھوں کی تعداد میں عوام الناس نے شرکت کی۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کی جانب سے خطبۂ استقبالیہ آپ کے صاحبزادہ اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے استاذ حضرت مولانا ڈاکٹر سعید خان نے پڑھا، جس میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ کہا گیا کہ:

’’حضرات گرامی قدر! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آج بھی عقیدۂ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے پرامن اور عدم تشدد کی پالیسی پر عمل پیرا ہے اور کبھی نہ بھولئے کہ ہمیں منبر ومحراب سے لے کر قومی اسمبلی تک، مقامی عدالتوں سے سپریم کورٹ تک تمام کامیابیاں پرامن جدوجہد سے ملی ہیں۔ آئندہ بھی جب تک جدوجہد پرامن رہے گی‘ کامرانی آپ کے قدم چومے گی۔ جس دن دشمن کی چالوں سے تشدد کی راہ پر چل پڑے، اکابر کے طریقۂ کار کو ترک کردیا، تحریک ختم نبوت کی جدوجہد میں وہ گھڑی افسوس ناک ہوگی۔ اس اجتماع کے ذریعے یہ پیغام لے کر جائیں کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جو شخص تشدد کو اپنائے، وہ اس تحریک کی روح سے ناواقف ہے یا دشمن کی چال کا شکار ہوگیا ہے۔ آپ پرامن ذرائع سے قانون کے دائرے میں رہ کر قادیانیت کے احتساب کا شکنجہ کستے جائیں گے تو دیکھیں گے کہ قادیانیت کا بت اس دھڑام سے گرے گا کہ غبار چھٹنے کے بعد قادیانیت نام کی کوئی بھی چیز آپ کو دیکھنے سے بھی نہ ملے گی۔ ان شاء اللہ! ثم ان شاء

اللہ! وہ وقت قریب ہے اور یہ اجتماع اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ایک نئی جدوجہد کی بنیاد فراہم کرے گا۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز!

حضرات محترم! قادیانیت دینِ اسلام سے بغاوت کا دوسرا نام ہے۔ قادیانیت رحمت عالم ﷺ کے باغیوں کا وہ ملعون گروہ ہے کہ ان کا وجود ہی رسول اللہ ﷺ کی اہانت پر مبنی ہے۔ قادیانیوں سے بچنا، ان سے اُمت کے ہر فرد کو بچانا ہمارا فرضِ منصبی ہے۔ اس کے لئے اس اجتماع کے ذریعہ چند کاموں کی طرف آپ دوستوں کو متوجہ کرتا ہوں:

۱:- یہ کہ ہر عالم دین مہینہ میں ایک جمعہ عقیدۂ ختم نبوت کے بیان کے لئے وقف کرے، مثلاً: ایک شہر کی سو مساجد میں جمعہ پر ردقادیانیت پر بیان ہو۔ فی مسجد ایک ہزار آدمی تصور کریں تو یوں ایک شہر میں صرف جمعہ کے بیان سے ایک لاکھ آدمی تک ہم ختم نبوت کا پیغام پہنچا پائیں گے۔ گویا ہر ماہ کو جمعہ پر ختم نبوت کے بیان کی اگر پورے ملک میں اسکیم چل نکلے تو ہر ماہ ایک بار پورے ملک میں آپ نے کروڑوں افراد تک ختم نبوت کا پیغام پہنچا دیا۔ علمائے کرام کی معمولی توجہ سے پورا ملک ختم نبوت کا جلسہ گاہ بن جائے گا۔ اُمید ہے کہ آپ اس پر نہ صرف توجہ کریں گے، بلکہ جو حضرات موجود نہیں، ان تک نہ صرف آواز پہنچائیں گے بلکہ ان کو آمادہ بھی کریں گے۔

۲:- آپ تمام حضرات پرامن جدوجہد اور سعی مقبول سے قادیانیت سے اجتناب کریں۔ لوگوں کی ذہن سازی کریں۔ میں ایک ملعون شخص سے، رسول اللہ ﷺ کے دشمن سے ہاتھ نہیں ملاتا، اس کی دکان سے سودا نہیں لیتا۔ دنیا کا کونسا قانون ہے جو مجھے مجبور کرے کہ تم ایسا نہ کرو؟ یہ میرا حق خودارادیت ہے کہ اگر میں اپنے ماں باپ کے دشمن سے تعلق نہیں رکھتا تو آپ ﷺ کے دشمنوں سے بھی تعلق نہ رکھوں۔ قادیانی خود کو مسلمان کہلا کر مسلمانوں کو، حضور ﷺ کے نام لیواؤں کو، پوری اُمتِ مسلمہ کو کافر قرار دیتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو نبی اور محمد رسول اللہ، مرزا قادیانی کے دیکھنے والوں کو صحابی، مرزا قادیانی کی بیوی کو ام المومنین، مرزا قادیانی کے خاندان کو اہل بیت کہتے ہیں۔ جنت البقیع کے مقابلہ میں بہشتی مقبرہ کا ڈھونگ رچایا ہے۔ وہ اپنے کفر پر اسلام کی اصطلاحات کا چولہ پہنا رہے ہیں۔ وہ ہمارے تشخص کو برباد کر رہے ہیں۔ آئینِ پاکستان کہتا ہے کہ قادیانی کافر ہیں، وہ خود کو مسلمان کہہ کر آئینِ پاکستان سے اعلانیہ بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کو کافر کہہ کر پوری مسلم اُمہ کے وجود کو ملیامیٹ کرنے کے درپے ہیں، ان سے بچنا اور تمام مسلمانوں کو بچانا ہمارے لئے فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر رحمتِ عالم ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے ہم کام نہیں کرتے، اپنے فرضِ منصبی کو نہیں نبھاتے تو خدشہ ہے کہ کہیں ہمارے دل زنگ آلود تو نہیں ہو گئے۔ ہم حضور ﷺ کے دشمن، قادیانیوں سے تعلقات رکھ کر حضور ﷺ کی دشمنی میں ان ملعون قادیانیوں کے ساتھ تو شریک نہیں؟

۳:- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تحریک پر پچاس سے زیادہ اہم شہروں میں ختم نبوت چوک قائم ہو گئے ہیں، چوکوں کا نام ختم نبوت چوک رکھنا یہ مستقل تبلیغ ہے۔ اس کے لئے اس انتخابی مرحلے پر کینڈیڈیٹ حضرات سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے حلقہ کے اہم شہروں میں ختم نبوت کے چوک قائم کرائیں۔ یہ موقع ہے، اس سے بھرپور فائدہ اُٹھایا جائے۔

۴:- سالانہ ختمِ نبوت کورس چناب نگر جو ۴؍شعبان سے ۲۵؍شعبان تک منعقد ہوگا، اس میں بھرپور شرکت کی جائے۔

برادرانِ گرامی! نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تبلیغ، جہاد، سب فرائض کا تعلق حضور ﷺ کے اعمال سے ہے۔ ختم نبوت کا تعلق حضور ﷺ کی ذات سے ہے۔ حضور ﷺ کی عزت وناموس کی پاسبانی و دربانی افضل الفرائض میں شامل ہے۔ باقی فرائض پر تو عمل ہے، لیکن حضور علیہ السلام کی عزت وناموس کے تحفظ کی فکر نہیں تو نہ صرف حبطِ اعمال کا اندیشہ ہے، بلکہ قیامت کے دن شفاعت سے محرومی کا باعث بھی ہے۔ کیا خوب کہا:

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا زکوٰۃ اچھی　　مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پر　　خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

آپ رحمتِ عالم ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے سراپا نمونہ بن جائیں اور کچھ نہیں تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ قادیانیوں سے اجتناب کریں۔ اگر یہ بھی نہیں کرتے تو فکر کریں کہ ہم میں ایمان بھی ہے یا نہیں۔ قانون اور ملک کے باغی قادیانی گروہ کو راہ راست پر لانے کے لئے ان سے اجتناب کا حربہ استعمال

کریں، تاکہ ان کو احساس ہو کہ وہ مرزا قادیانی ملعون کو مان کر مسلم اُمت کا حصہ شمار نہیں ہو سکتے۔ جب ان میں یہ احساس پیدا ہوگا، وہ مرزا قادیانی ملعون کی غلامی کا طوق اپنی گردن سے اُتارنے پر مجبور ہوں گے۔ امید ہے کہ اس پُرامن جدوجہد کو بھرپور کامیاب کیا جائے گا۔‘‘

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے قایدِ جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ: جب عقیدۂ ختم نبوت پر حملہ کیا گیا اور ہندوستان کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے ایک جامع حکمت عملی کے ذریعے تمام سازشوں کا مقابلہ کیا، اس وقت تمام طاغوتی قوتیں اس کی پشت پر تھیں، لیکن پاکستانی قوم نے جس وحدت کا مظاہرہ کیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستانی قوم جیت گئی اور عالمی قوتیں شکست کھا گئیں۔ آپ کے اتحاد و اتفاق نے آپ کی قربانی کی لاج رکھی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں لاہور کی سڑکیں دس ہزار ختم نبوت کے پروانوں کی لاشوں سے رنگین ہوئیں۔ ہم اس اجتماع کے ذریعے استعماری قوتوں کو پیغام دینا چاہتے ہیں کہ تم کبھی بھی پاکستان کی سرزمین سے قادیانیوں کی غیر مسلم حیثیت ختم نہیں کر سکتے۔ ختم نبوت ہمارا مشترکہ عقیدہ ہے۔ ہم نے ہمیشہ یہ رونا رویا کہ حکمران اسلام نافذ نہیں کر رہے، پارلیمنٹ اسلامی قانون سازی نہیں کر رہی، اسلامی دفعات تبدیل ہوگئیں، آئین معطل ہوگیا، ختم نبوت کا قانون معطل ہوگیا، اس کے ذمہ دار حکمران اور ارکانِ پارلیمنٹ ہیں، اور کبھی بھی اس عقیدۂ ختم نبوت کے محافظین کو اسمبلی میں پہنچانے کے لئے ہم نے کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ ہم چھوٹی سی تعداد میں اپنی حکمت عملی اپنا کر اس ایوان میں عقیدۂ ختم نبوت اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لئے اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ: پاکستان کا آئین کہتا ہے کہ اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا اور قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی ہوگی اور قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنے گا۔ آئین سازی پارلیمنٹ کا کام ہے اور پارلیمنٹ میں آپ نے وہ دنیا بھیجی ہے جن کو سورۂ اخلاص نہیں آتی، آپ ان سے توقع رکھیں گے کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی کریں گے۔ آج باقاعدہ لابیاں، این جی اوز دیمک کی طرح اداروں میں گھسی ہوئی ہیں اور وہ قوانینِ ختم نبوت کی تبدیلی کے لئے خفیہ کام کرتی ہیں۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے کہا کہ: وہ قادیانی جنہوں نے ملازمتیں حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا، پھر ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد قادیانی ہوگئے تو ان پر مرتد ہونے کی سزا شرعی طور پر لازم آتی ہے، لہٰذا حکومتِ وقت یہ سزا اُن پر جاری کرے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ: راجہ ظفر الحق کی سربراہی میں بننے والی کمیٹی کی رپورٹ منظر عام پر لانے کے بعد اس میں نشان زد مجرموں کو سزا دی جائے۔ بے گناہ علماء کے نام فورتھ شیڈول سے ختم کیے جائیں۔ مدارس کو تنگ کرنے کا سلسلہ بند کیا جائے۔ نصابِ تعلیم میں ختم نبوت کا مضمون تفصیل کے ساتھ شامل کیا جائے۔

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کے سربراہ علامہ ساجد میر اور مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ: ختم نبوت دینِ اسلام کا اُساسی وبنیادی عقیدہ ہے۔ پورے دینِ اسلام کی عمارت عقیدۂ ختم نبوت پر قائم ہے۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس عقیدہ کی حفاظت کے لئے بارہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کی عظیم الشان قربانی دے کر تحریکِ ختم نبوت کی بنیاد رکھی۔ سنتِ صدیقی پر عمل کرتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔

جمعیۃ علماء پاکستان کے مولانا شاہ اویس نورانی نے کہا کہ: مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا مفتی محمود کے بیٹوں نے ختم نبوت کے عظیم مشن کے ساتھ نہ کبھی غداری کی ہے اور نہ کوئی سودا بازی کی ہے۔ ۲۰۱۸ء کے انتخابات میں اسلام اور شعائرِ اسلام کا تمسخر اڑانے والوں اور تحفظ ناموس رسالت وختم نبوت کے قوانین سے غداری کرنے والوں کو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔

جے یو پی کے مولانا ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نے کہا کہ: حکمران تحفظِ ناموسِ رسالت اور ختم نبوت قوانین کو غیر مؤثر کرنے کے لئے نت نئے حربے اور بہانے تراش رہے ہیں۔ ختم نبوت کے قانون میں بے جا ترامیم کی کوششیں کی جارہی ہیں اور یہ شوشہ بھی چھوڑا جارہا ہے کہ جس نے توہینِ رسالت کا کوئی جھوٹا مقدمہ درج کرایا، اس کو بھی توہینِ رسالت کی سزا دی جائے گی۔ انہوں نے سوال کیا کہ: کیا دیگر مقدمات میں بھی یہی قانون نافذ ہے کہ کوئی قتل کا جھوٹا مقدمہ درج کرائے تو اسے بھی قتل کی سزا دی جائے؟ جو ملک سے غداری کا جھوٹا مقدمہ درج کرائے تو اسے بھی غداری کی سزا دی جائے؟ اگر ایسا نہیں تو پھر ختم نبوت اور تحفظِ ناموسِ

رسالت (ﷺ) کے قوانین کے ساتھ ایسا کیوں؟ اس قسم کی قانون سازی کر کے اس کو غیر مؤثر کرنے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔

انجمن خدام الدین کے سربراہ مولانا ڈاکٹر میاں محمد اجمل قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: مصورِ پاکستان علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ: ’’قادیانی ملک وملت کے غدار ہیں۔‘‘ غدارانِ ملت کا تعاقب علامہ اقبالؒ کی روح کے لئے تسکین کا باعث ہوگا۔

جماعتِ اسلامی کے مرکزی رہنما فرید احمد پراچہ نے کہا کہ: عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا طرۂ امتیاز ہے۔ ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت مجلس کی میزبانی میں چلائی گئیں اور کامیابی سے ہمکنار ہوئیں۔

شاہینِ ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے کہا کہ: عقیدۂ ختم نبوت تمام مسلمانوں کی مشترکہ متاعِ عزیز ہے، اُسے سیاسیات کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ: ہمارے بزرگوں نے اُسے سیاسیات اور فرقہ واریت سے بچائے رکھا، تاکہ تمام مسالک اور سیاسی جماعتیں اس پلیٹ فارم پر جمع ہوکر آقائے نامدار ﷺ کی ختم نبوت کا تحفظ کرسکیں۔

اس ختم نبوت کانفرنس میں درج ذیل قراردادیں بھی پاس کرائی گئیں:

’’۱:- ختم نبوت کانفرنس کا یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ: اسلامی نظریاتی کونسل کی منظور کردہ سفارشات کے مطابق ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔

۲:- امتناعِ قادیانیت قانون اور تحفظ ناموس رسالت کے قانون پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔

۳:- یہ اجلاس ملک میں بڑھتے ہوئے توہین رسالت کے رجحان پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے عذاب خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف قرار دیتا ہے اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ توہین رسالت ایکٹ پر اس کی روح کے مطابق سختی کے ساتھ عملدرآمد کیا جائے، تاکہ کسی بدباطن کو توہین رسالت کی جرأت نہ ہوسکے۔

۴:- یہ اجلاس ملک بھر کے خطباء سے اپیل کرتا ہے کہ ہر ماہ کا ایک جمعہ عقیدۂ ختم نبوت کے بیان کے لئے وقف کریں، تاکہ نئی نسل کو قادیانی عقائد کی سنگینی کا احساس ہو۔

۵:- یہ اجلاس آزاد کشمیر اسمبلی، آزاد کشمیر کونسل کے مشترکہ اجلاس ۶؍فروری ۲۰۱۸ء میں پاکستان کے منظور کردہ تمام قوانینِ ختم نبوت کو آزاد کشمیر کے قانون کا حصہ بنانے میں ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مبارک باد پیش کرتا ہے۔

۶:- یہ اجلاس لاہور اور مضافات کے دینی مدارس کے علمائے کرام، رابطہ کمیٹی ختم نبوت کانفرنس، نیز سیکورٹی کے فرائض سرانجام دینے والے سینکڑوں نوجوانوں، کانفرنس کی کامیابی کی کوشش کرنے والے اداروں بالخصوص حکومتِ پنجاب، محکمۂ اوقاف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ پاک اُنہیں اپنے شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائیں۔

۷:- یہ اجلاس ملک شام میں ہونے والے خوفناک قتل عام کی پرزور مذمت کرتا ہے اور عالم اسلام کے رہنماؤں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اصلاحِ احوال کے لئے اپنے فرائضِ منصبی کو بروئے کار لائیں۔

۸:- اس اجلاس کے توسط سے اسلامیانِ وطن کو اس بات پر متوجہ کیا جاتا ہے کہ قادیانی مصنوعات اور اُن کے اداروں خصوصاً شیزان کمپنی کی تمام مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہم سب کا حامی وناصر ہو، آمین۔‘‘

اللہ تبارک وتعالیٰ حضور اکرم ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت کے لئے ہم سب کی ان کوششوں اور کاوشوں کو قبول فرمائے۔ قادیانیوں کو جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی سے دامن چھڑا کر حضور اکرم ﷺ کے دامن سے وابستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ پاکستان اور اس کے تمام اداروں کو سازشیوں کی سازشوں سے محفوظ فرمائے اور پاکستانی عوام کو امن وامان اور خوشحالی سے مالامال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اپریل فول

تاریخ اور اسلامی تعلیمات کے آئینہ میں

مولانا ندیم الواجدی

مثل مشہور ہے: ’’جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے!‘‘ یہ کہاوت اس وقت بولی جاتی ہے جب کوئی شخص بے پر کی اُڑاتا ہے یا ایسی بات کرتا ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ یکم اپریل کو کچھ ایسی ہی بے پر کی اُڑائی جاتی ہے اور اس دن بے بنیاد باتیں پھیلائی جاتی ہیں، پھر ان کے نتائج سے لطف اُٹھایا جاتا ہے۔ یہ ایک مغربی رسم ہے، جو مشرق میں بھی پوری طرح پھیل چکی ہے، اسے ’’اپریل فول‘‘ کہتے ہیں، اس کے لئے یکم اپریل کا دن خاص کیا گیا ہے۔ کیا بچے کیا بوڑھے اور کیا جوان سب اس دن کی مسرتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں؛ لیکن یہ مسرتیں حقیقی نہیں ہوتیں، کیوں کہ ان کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی جاتی ہے: جھوٹ پر، فریب پر اور دوسروں کی تضحیک پر! ظاہر ہے کہ وہ مسرت حقیقی نہیں کہلائی جاسکتی جو کسی کا دل دُکھا کر، کسی کو فریب دے کر یا کسی کو اذیت میں مبتلا کرکے حاصل کی گئی ہو! یوں تو مغرب کے لوگ بڑے دیانت دار، بڑے سچے، بڑے ہمدرد اور کھرے بنتے ہیں؛ لیکن اپریل کی پہلی تاریخ کو وہ اپنے ان تمام خودساختہ اوصاف سے محروم ہوجاتے ہیں، اور وہ لوگ بھی ان کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں جو مغرب کے اندھے مقلد ہوتے ہیں۔ خود ان کے پاس تو سوچنے کے لئے کچھ نہیں ہوتا، سو وہ نقالی کرتے ہیں، مغرب کے لوگ اگر ننگے ہوکر ناچنا شروع کردیں تو یہ بھی بے حیا بن کر ناچنے میں فخر محسوس کریں گے۔ اس پورے عمل میں ان کے لئے قابل فخر چیز یہ ہے کہ وہ مغرب کی تقلید کررہے ہیں، اس سے بحث نہیں کہ وہ کتنے شرم ناک کام میں مشغول ہیں! یکم اپریل کو ’’اپریل فول‘‘ منانے کی رسم بدکا بھی یہی حال ہے، لوگ اس دن ایک دوسرے کو بے وقوف بناتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں اور جب مخاطب جھوٹ کو سچ سمجھ لیتا ہے، تب یہ خوشی سے قہقہے لگاتے ہیں، کیوں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے جھوٹ بول کر مخاطب کو بے وقوف بنانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ انہیں اس سے بحث نہیں ہوتی کہ اس جھوٹ سے کسی دوسرے کو کتنی تکلیف پہنچی ہے اور اسے کتنا ذہنی، جسمانی یا مالی نقصان اُٹھانا پڑا ہے؟ بعض اوقات اس طرح کے بے ہودہ مذاق سے اِنتہائی تکلیف دہ صورت حال بھی پیدا ہوئی ہے اور متعلقہ لوگوں نے برس ہا برس تک اس کا خمیازہ بھگتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے قدیم محلہ میں برسوں پہلے ایک نوجوان نے اپریل فول منانے کی حماقت کی تھی، ایک صبح جب ہم ناشتہ میں مشغول تھے، باہر گلی میں شور ہوا، میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا، محلّہ کا ایک نوجوان زخمی حالت میں پڑا ہوا ہے، اس کی آنتیں باہر نکلی ہوئی ہیں اور اس کے اِردگرد خون پھیلا ہوا ہے۔ یقین کیجیے! مجھے یہ منظر دیکھ کر چکر آگیا، ہم لوگ ناشتہ وغیرہ سب بھول گئے محلّے کے لوگوں نے اس زخمی نوجوان کے گھر والوں کو اطلاع دی۔ گھر میں اس وقت زخمی نوجوان کی والدہ اور بہنیں وغیرہ تھیں، وہ روتی پیٹتی بے پردہ باہر نکل آئیں۔ جب مجمع اچھا خاصا ہوگیا اور والدہ وغیرہ چیخ چیخ کر بے حال ہوگئیں، تب اچانک وہ لڑکا کھڑا ہوگیا، صحیح سلامت، ہنستا قہقہے لگاتا۔ معلوم ہوا یہ سب کچھ ڈرامہ تھا اور یہ ڈرامہ اپریل فول کے نام پر کیا گیا تھا، وہ لڑکا مذبح خانہ سے جانوروں کی خون آلود آنتیں لے کر آیا اور اُن کو اپنے جسم پر ڈال کر چیخنے چلانے لگا، ہم سب سمجھے کہ شاید اسے کسی نے شدید طور پر زخمی کردیا ہے، یہاں تک کہ اس کی آنتیں وغیرہ باہر نکل آئی ہیں۔ حقیقت کھلی تو لوگ ہنسنے قہقہے لگانے کے بجائے سخت ناراض ہوئے، ہر شخص نے اُسے دل کھول کر بُرا بھلا کہا، والدہ بھی بددُعائیں دیتی واپس ہوئیں، کچھ عرصہ کے بعد اُس نوجوان کا یہ حال ہوا کہ وہ دیوانوں جیسی حرکتیں کرنے لگا، کچھ دنوں کے بعد بالکل پاگل ہوگیا اور اسی حالت میں ایسا غائب ہوا کہ آج تک واپس نہیں آیا، معلوم نہیں کہ مرچکا ہے یا زندہ ہے؟!

حتمی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کس بدبخت نے یہ رسم بد ایجاد کی ہے اور کیوں کی ہے؟ اس سلسلہ میں مؤرخین کے بیانات مختلف ہیں۔ ’’اِنسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا‘‘ میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ فرانس میں سال نو کا آغاز جنوری کے بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا اور رُومیوں کے نزدیک یہ مہینہ مقدس تصور کیا جاتا تھا، کیوں کہ اس کی نسبت ان کی مشہور دیوی وینس کی طرف تھی۔ یکم اپریل سال نو کے آغاز کا دن بھی تھا اور دیوی کی نسبت سے اس مہینہ کو تقدس بھی حاصل تھا، اس لئے لوگ اس دن کو یادگار دن سمجھنے

لگے، اور جب سال میں یہ دن آتا تو خوشی اور مسرت سے جھومتے گاتے، ہنسی مذاق کرتے، آہستہ آہستہ ہنسی مذاق اس دن کا لازمی عمل بن گیا۔ اگر بات بے ضرر ہنسی تک رہتی تب بھی غنیمت تھا، لوگوں نے یہاں تک کیا کہ ہنسی مذاق کے نام پر جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا شروع کر دیا، جب کوئی شخص جھوٹ پر یقین کر لیتا، یا کسی فریب کا شکار ہو جاتا تو اُس کا مذاق اُڑایا جاتا۔ آہستہ آہستہ معاشرہ میں مذاق کی یہ بدنما اور تکلیف دہ شکل اتنی عام ہوئی کہ لوگ یکم اپریل کو عام معافی کا دن سمجھ کر کمینگی کی تمام حدود کو پار کرنے لگے۔ اسی انسائیکلو پیڈیا میں یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ مارچ کی آخری تاریخوں سے موسم میں تغیر شروع ہو جاتا ہے، بعض افراد اس موسمی تغیر کو قدرت کا مذاق قرار دیتے ہیں، گویا قدرت موسم کی اس غیر یقینی صورتِ حال کے ذریعہ ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے، لہٰذا کیوں نہ ہم ایک دوسرے کو بے وقوف بنا کر قدرت کے اس مذاق کا جواب دیں؟ اگر یہ وجہ ہے تو اِنتہائی مہمل اور بے ہودہ ہے۔ اَوّل تو یہ سوچنا ہی لغو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس طرح کا مذاق کرے گا، پھر اگر کوئی اپنی ناقص عقل کی بنیاد پر موسم کے تغیرات کو قدرت کا مذاق قرار دینے کی حماقت بھی کرتا ہے تو آپس میں اِنسانوں کا ایک دوسرے کو بے وقوف بنانے کے فعل سے اس کا کیا تعلق؟

اُنیسوی صدی عیسوی کی مشہور انسائیکلو پیڈیا "لاروس" نے ایک دوسری ہی وجہ بیان کی ہے اور اگر یہ وجہ صحیح ہے تو واقعی یورپ اور باقی دُنیا کے عیسائیوں کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ وہ خود ہی اپنے پیغمبر کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ "لاروس" نے یہودیوں اور عیسائیوں کے مستند حوالوں کی بنیاد پر لکھا ہے کہ یکم اپریل وہ تاریخ ہے جس میں رُومیوں اور یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذاق اُڑایا تھا اور اُنہیں تکلیف پہنچائی تھی۔ لوقا کی انجیل میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا وہ اُن کا مذاق اُڑاتے، اُن کی آنکھیں بند کر کے (نعوذ باللہ!) طمانچے مارتے اور کہتے کہ اب اپنی "نبوت کے ذریعہ بتلا کہ تجھے کس نے مارا ہے؟" گرفتاری کے بعد انہیں یہودی علماء کے سامنے پیش کیا گیا، وہاں سے دوسری عدالتوں میں بھیجا گیا۔ "لاروس" کا کہنا ہے کہ مختلف عدالتوں میں بھیجنے کا مقصد انہیں تکلیف پہنچانا اور اُن کا مذاق اُڑانا تھا، کیوں کہ وہ واقعہ یکم اپریل کو پیش آیا تھا، اس لئے یہودیوں نے اس دن کو یادگار دن کے طور پر منانے کا فیصلہ کیا۔

(بحوالہ "ذکر و فکر" از: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، صفحہ: ۶۷-۶۸)

یہودیوں کی حیوانہ فطرت سے یہ بعید نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اُنہوں نے یہ ناشائستہ اور غیر مہذب سلوک کیا ہو، مگر عیسائیوں کو کیا ہو گیا کہ وہ اپنے معتبر مآخذ و مراجع کی اس حتمی صراحت و شہادت کے باوجود یہودیوں کی تقلید میں خود اپنے پیشوا کا مذاق اُڑا رہے ہیں؟ واقعی اندھی تقلید قوموں کی فکری قوتیں سلب کر لیتی ہے! سوچنے کی بات یہ ہے کہ "اپریل فول" کس کے خلاف جا رہا ہے؟ اس رسم کے ذریعہ کس مذہبی شخصیت کی تضحیک و تذلیل کی جا رہی ہے؟ یہودی ہی نہیں، عیسائی تک یہ مانتے ہیں کہ جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا گیا اور اُنہیں مارا پیٹا گیا، اُن کا مضحکہ اُڑایا گیا، اُسی دن کی یادگار کے طور پر یہ بُری رسم شروع کی گئی ہے۔ عیسائی تو شاید یہودیوں کی کسی غلط بات کو غلط قرار نہ دے سکیں، مگر مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ نے اِیمانی قوت اور فراست عطا کی ہے، اُنہیں تو اس فریب میں نہ آنا چاہئے، ان کے نزدیک بھی یہ رسم اس لحاظ سے غلط ہونی چاہئے کہ اس میں ایک عظیم پیغمبر کا اسم گرامی شامل ہے۔ مانا کہ تاریخی اِعتبار سے یہ واقعہ غلط ہے، لیکن اس غلط واقعہ کی بنیاد تو ایک اُولوالعزم پیغمبر کی اِہانت پر رکھی گئی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے صحیح لکھا ہے کہ: "عیسائیوں کا مزاج و مذاق اس معاملہ میں عجیب و غریب ہے، جس صلیب پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے خیال میں سولی دی گئی، بہ ظاہر قاعدہ سے تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ وہ ان کی نگاہ میں قابلِ نفرت ہوتی کہ اس کے ذریعہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ایسی اذیت دی گئی، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ عیسائی حضرات نے اسے مقدس قرار دینا شروع کر دیا اور آج وہ عیسائی مذہب میں تقدس کی سب سے بڑی علامت ہے۔" (ذکر و فکر، صفحہ: ۷۰)

یکم اپریل کو تہوار اور جشن کی طرح منائے جانے کے پیچھے ایک اور تاریخی روایت بھی ہے، مغرب کی مسلم دُشمنی سے یہ چیز بعید نہیں کہ واقعی اس دن کو اسی لئے یادگار دن بنایا گیا ہو۔ جو مسلمان اس دن کے بے ہودہ لغویات میں ذوق و شوق کے ساتھ حصہ لیتے ہیں، وہ ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچیں کہ کیا واقعی وہ محض مسرت و شادمانی کے چند لمحات کشید کر رہے ہیں یا اپنی تاریخ کی ایک الم ناک داستان پر خود ہی قہقہے لگا رہے ہیں؟! اسپین پر مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک بڑی شان کے ساتھ حکومت کی ہے، وہاں کی عالی شان مسجدیں اور سر بہ فلک محل آج بھی اس شان دار دورِ حکومت کی کہانی سناتے نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کی باہمی چپقلش اور مسلم حکم رانوں کی عیش کوشی نے عیسائیوں کو دوبارہ اِقتدار میں آنے کا موقع فراہم کیا، اسپین کی تمام ریاستیں ایک ایک کر کے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلتی چلی گئیں، پہلے طلیطلہ، پھر اشبیلیہ، پھر قرطبہ اور آخر میں غرناطہ، مسلمان پسپا ہوتے ہوتے غرناطہ میں جمع ہو گئے تھے۔ اور یہ آخری مورچہ تھا، جہاں مسلمانوں کے قدم جم

سکتے تھے، لیکن شکست مقدر تھی، حالات ایسے پیدا ہوتے چلے گئے کہ آخری مسلم حکمران ابوعبداللہ نے الحمراء کی چابیاں کلیسا کے حوالہ کردیں۔ کلیسا نے ابو عبداللہ سے ایک معاہدہ کیا تھا، جس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ جو مسلمان غرناطہ میں باقی رہ گئے ہیں اُن کی جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی جائے گی، لیکن اس معاہدہ پر عمل نہیں کیا گیا، اس کے برعکس مسلمانوں کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا گیا، انھیں عیسائی مذہب اِختیار کرنے پر مجبور کیا گیا، جن لوگوں نے یہ حکم ماننے سے اِنکار کیا اُن کو باغی قرار دے کر سزائیں دی گئیں، بے شمار مسلمانوں کو زندہ جلایا گیا، کچھ لوگ جان بچا کر بھاگ گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں جا چھپے، ایسے ہی لوگوں کو عیسائیوں نے یہ پیش کش کی کہ ان کو بہ حفاظت مراکش پہنچا دیا جائے گا، مسلمان اُن کے جھانسے میں آگئے، اُن کے سامنے اس کے علاوہ کوئی دُوسرا راستہ بھی نہیں تھا، ایک نئی زندگی پانے کی آرزو میں بچے کھچے اور لٹے پٹے مسلمان عیسائیوں کے فراہم کردہ جہاز میں سوار ہو گئے، جب یہ جہاز بحیرۂ رُوم میں پہنچا تو اُسے پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت سمندر میں غرق کر دیا گیا، یہ المناک اور اِنسانیت سوز واقعہ یکم اپریل ۱۴۹۸ء کو پیش آیا تھا۔ مغربی اقوام یہ دن اس لئے مناتی ہیں، تاکہ مسلمانوں کو بے وقوف بنا کر انھیں غرقِ آب کرنے کے یہ لمحات یادگار بنائے جاسکیں؛ اگر اس پہلو سے دیکھا جائے تو اس دن کی کسی سرگرمی میں حصہ لینا اِنتہائی بے غیرتی کی بات ہے۔

اگر اپریل فول کے پیچھے یہ تمام واقعات نہ بھی ہوں تب بھی فی نفسہٖ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہوسکتا کہ وہ اس بے ہودہ رسم میں کسی بھی طرح کا کوئی حصہ لے، کیوں کہ اس میں تین گناہ ایک ساتھ موجود ہیں: ایک تو جھوٹ، جس کی اِسلام میں سخت مذمت وارد ہے۔ جھوٹ ایک ایسی بُرائی ہے جسے بہت معمولی سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ یہ بے شمار بُرائیوں کی جڑ ہے۔ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے کئی جھوٹ بولنے والے کا کردار مجروح ہوتا ہے، معاشرہ میں اس کا اِعتماد اور وقار ختم ہوجاتا ہے، اگر وہ سچ بھی بولتا ہے تو لوگ اس کو جھوٹ ہی سمجھتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: سچائی اِختیار کرو، اس لئے کہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی سچ بولتا ہے، اور سچ بولنے میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ جھوٹ بُرائی کی طرف لے جاتا ہے اور بُرائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے یہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔"

(بخاری: 2261/5، رقم الحدیث: 5743، مسلم: 2012/2، رقم: 2607)

ایک اور حدیث میں ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کیا تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے تین زیادہ بڑے گناہ نہ بتلاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ضرور بتلائیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور کسی اِنسان کو قتل کرنا۔ راوی کہتے ہیں کہ جس وقت آپ نے یہ بات اِرشاد فرمائی اس وقت آپ ٹیک لگائے تشریف فرما تھے، یہ کہہ کر آپ (سیدھے ہوکر) بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی شہادت (بھی بڑا گناہ ہے)۔ آپ نے اس جملے کا اس قدر تکرار فرمایا کہ ہم (دل میں) کہنے لگے کاش! آپ سکوت اِختیار فرمالیں۔

(بخاری: 2230/5، رقم الحدیث: 5632۔ مسلم: 91/1، رقم الحدیث: 88)

بعض لوگ دُوسروں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ بولتے ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق حدیث شریف میں ہے: "تباہی ہے ایسے شخص کے لئے جو دُوسروں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے۔"

(ابوداؤد: 716/2، رقم الحدیث: 4990)

کسی کو دھوکا دینا بھی کچھ کم بڑا گناہ نہیں ہے، ایک حدیث میں ہے: "من غشنا فلیس منا."

(مسلم: 99/1، رقم: 101)

ترجمہ:...... "جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ مسلمان نہیں ہے۔"

یعنی حقیقی معنی میں وہ شخص مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے، جو فریب دیتا ہے۔ تیسرا گناہ جو یکم اپریل کو رسم منانے کی صورت میں ہمارے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے، وہ کسی کے ساتھ تمسخر کرنا اور اُس کا مذاق اُڑانا ہے۔ مذاق اُڑانا یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے کہ دُوسرے اُسے دیکھ کر ہنسنے لگیں یا حقیقت ظاہر ہونے پر وہ خود اپنے دل میں شرمندگی محسوس کرنے لگے، گو اس کا اِظہار نہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تو اپنے بھائی سے جھگڑا مت کر اور نہ اس سے (ناروا) مذاق کر اور نہ کوئی ایسا وعدہ کر جسے تو پورا نہ کر سکے۔"

(ترمذی: 359/4، رقم الحدیث: 1995)

قرآن کریم میں ہر طرح کے تمسخر سے منع کیا گیا ہے، فرمایا: "اے ایمان والو! نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے، ہوسکتا ہے کہ جن پر ہنستے ہیں وہ ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے، ہوسکتا ہے جن پر وہ ہنستی ہیں ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔" (الحجرات: 11)

عام طور پر "اپریل فول" کو ایک بے ضرر اور سادہ سا مذاق تصور کیا جاتا ہے؛ لیکن یہ بے ضرر اور

سادہ مذاق نہیں ہے۔ اگر اس کے تاریخی پس منظر کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تب بھی یہ جھوٹ، فریب اور استہزا جیسے بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کو یہ پسند نہیں ہے کہ مسلمان ان گناہوں میں مبتلا ہوں۔ ایک اور گناہ جو ان تمام گناہوں کے نتیجہ میں سرزد ہوتا ہے: وہ ایذاء مسلم کا گناہ ہے۔ آپ خواہ جھوٹ بولیں، یا فریب دیں یا مذاق اُڑائیں، اس سے مسلمان کو تکلیف ضرور پہنچے گی، اور ایذائے مسلم کتنا بڑا گناہ ہے؟ اس کا اندازہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے لگایا جا سکتا ہے، فرمایا: ’’اور جو لوگ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بغیر کسی جرم کے ایذا پہنچاتے ہیں وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔‘‘ (الاحزاب:۵٦)

’’اپریل فول‘‘ کے سلسلہ میں اسلام کا موقف بالکل واضح ہے، اس میں کسی طرح کے جواز کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، حضرات مفتیانِ کرام نے بڑے مدلل انداز میں اسلام کے اس موقف کا اظہار کیا ہے، حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاج پوریؒ نے ایک استفتاء کے جواب میں لکھا کہ ’’اپریل فول منانا یہ نصاریٰ کی سنت ہے، اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ جھوٹ بولنا حرام ہے، حدیث شریف میں ہے: ’’ویل للذی یحدث، فیکذب، لیضحک به القوم، ویل له ویل له۔‘‘

(ابوداؤد: 2/716، رقم الحدیث: 4338)

ترجمہ:...... ’’اس آدمی کے لئے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔‘‘

اور حدیث میں ہے: ’’کوئی بندہ پورے ایمان کا حامل نہیں ہوگا، جب تک وہ جھوٹ کو ترک نہ کر دے، جھوٹ خواہ ہنسی مذاق میں ہو، خواہ لڑائی جھگڑے میں۔‘‘

(مسند احمد: 2/352، رقم الحدیث: 8615)

اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ بولنا بڑی خیانت ہے، کیوں کہ انسان اللہ اور لوگوں کا امین ہے، اس کو سچ ہی بولنا چاہئے، جھوٹ بولنا امانت کے منافی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ’’یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات اس طرح کہو کہ وہ تم کو سچا جان رہا ہو، حالاں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔‘‘ (ابوداؤد: 2/711، رقم الحدیث: 4971)

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس لغو، بے ہودہ اور خلافِ تہذیب مذاق اور وقار انسانیت کے منافی اس رسم سے دُور رہیں، یہی اسلام کا مطالبہ بھی ہے اور یہی عقل و خرد کا تقاضا بھی! ☆☆

ختم نبوت کے گمنام سپاہی

مولانا قاضی احسان احمد

عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کی بنیاد اور اساس ہے، اس بنیادی اور اساسی عقیدہ کی حفاظت کے لئے رب کریم نے ہر دور میں رجال کار پیدا فرمائے۔ انہی پاسبانِ ختم نبوت میں سے ایک گمنام سپاہی الحاج قاضی فیض احمد صاحب (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی مرکزی شوریٰ کے رکن رکین) کے برادر خورد اور راقم الحروف کے چچا جان شیخ فضل احمد بھی تھے۔ مرحوم پنجاب کے شہر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم مقامی اسکول سے حاصل کی، گھر کا ماحول دینی ملا تھا، بڑے اور دیگر عزیز و اقارب دین سے محبت رکھنے والے تھے، یوں ایک مذہبی گھرانہ میں پرورش پائی۔ قدرت جوانی میں کراچی کی سرزمین پر لے آئی، اتفاق کی بات کہ جس علاقہ میں عزیز و اقارب رہائش پذیر تھے وہاں عیسائی اور قادیانی آبادی کی چھل پہل کافی محسوس کی۔ رب کریم نے دنیاوی کاموں کے ساتھ ساتھ دین کے کام اور بالخصوص تحفظ ختم نبوت کے کام سے منسلک ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے قلبی عقیدت کا تعلق ورثہ میں ملا تھا، جس کی وجہ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آپ کے دل کی گہرائیوں میں رچی ہوئی تھی، پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اور حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ جیسی محبت بھری شخصیات کی صحبت مل گئی اور آپ نے اپنے دوست عبدالناصر خان کے ہمراہ علاقہ میں تحفظ ختم نبوت کے کام کی داغ بیل ڈالی۔ ختم نبوت یونٹ قائم کیا اور مولانا مفتی احمد الرحمنؒ کی سرپرستی میں دن رات علاقہ میں کام شروع ہوگیا، آپ تادم آخر علاقائی مجلس کے خازن رہے اور تحفظ ختم نبوت کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ اپنے علاقہ میں عیسائیوں اور قادیانیوں کا ناک میں دم کیے رکھا۔ ان کی پرخلوص محنت سے ۷ افراد پر مشتمل قادیانی خاندان نے اسلام قبول کیا۔ اسی طرح دو عیسائی بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

چونکہ مرحوم تجارت پیشہ انسان تھے، اسی لئے سماجی اور فلاحی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ تبلیغی جماعت سے بھی والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ کراچی کے تبلیغی مراکز کی مسجد، مدنی مسجد میں شب جمعہ پر جاتے، اللہ کریم کے کرم سے چار ماہ کے لئے جماعت میں بھی گئے۔

عمر کے آخری حصہ میں تعلق مع اللہ میں بہت اضافہ ہوگیا تھا، مولانا طارق جمیل مدظلہ کے بیانات نہایت شوق سے سنتے تھے۔ حال ہی میں ہونے والے کراچی کے تبلیغی اجتماع سے جماعت میں چلے گئے، ہفتہ عشرہ ٹھیک گزرا، صحت ناساز تھی، طبیعت جماعت کے سفر کے دوران زیادہ بگڑ گئی، مشورہ واپسی کا ہوا، گھر تشریف لائے، مگر زندگی نے وفا نہ کی اور داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ پسماندگان میں اہلیہ، دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ جامع مسجد بلال ڈرگ روڈ میں مفتی عبدالقیوم ہزاروی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر مولانا محمد اعجاز مصطفی، ناظم محمد انور رانا، خازن سید انوار الحسن شاہ، مولانا عبدالحی مطمئن، مولانا عادل غنی، مولانا محمد اشفاق، مولانا محمد شعیب کمال کے علاوہ دیگر کارکنان ختم نبوت نے شرکت کی۔ رب کریم مرحوم کی حسنات قبول فرمائیں، سیئات سے کامل درگزر فرمائیں، لواحقین کو صبر جمیل نصیب فرمائیں۔ رب کریم ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائیں (آمین)۔

ایک درویش صفت گورنر

محمد سراج الآفاق

آج کل اکثر زبانوں پر جمہوریت و بادشاہت کی گفتگو رہتی ہے' چھوٹے موٹے ہوٹلوں سے لے کر بڑے بڑے جلسوں تک یہ بات زیر بحث آتی ہے اور یہ فیصلہ نہیں ہو پاتا ہے کہ رعایا کی فلاح و بہبود کس نظام میں ہے' عام طور پر اس وقت جو رجحان پایا جا رہا ہے وہ نظام جمہوریت کی موافقت ہی میں ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ تو سو فیصدی شخصی حکومت ہی بہتر ہے اور نہ جمہوری بلکہ رعایا کی فلاح و بہبود کی ضامن وہ طرز حکومت ہے' جس کی بنیاد اسلام نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ڈالی اور خلفائے راشدین نے جس پر عمل کر کے دکھلایا کہ وہ نظام حکومت کوئی ایسا نظام نہ تھا جس پر عمل پیرا ہونے کے لئے کسی مافوق البشر طاقت کی ضرورت ہو۔

آئندہ سطور میں ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک گورنر کی مثال پیش کرتے ہیں' جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ اسلام نے جہانبانی اور حکمرانی کے کیسے کیسے زندہ جاوید نمونے چھوڑے ہیں اور یہ نمونے ایسے ہیں کہ حکومت بھی اس کو اپنا لے تو آج کے اس ایٹمی دور میں اس نظام کو شکست دینے والی کوئی طاقت دنیا کے پردے پر نہیں ہے۔

یہ قدرت کا انتظام ہی تو تھا کہ جب حضرت عمر فاروقؓ سے جہانبانی کا کام لیا تھا تو ان کو ویسے ہی لاجواب و بے مثال ساتھی بھی دیئے گئے تھے ان کے انہیں ساتھیوں میں سے ایک ساتھی حضرت عمیر بن سعدؓ تھے جو حمص (شام) کے گورنر تھے۔

حضرت عمیرؓ جب حمص پہنچ گئے اور ان کو وہاں رہتے ہوئے ایک سال کی مدت بھی گزر گئی' مگر اس مدت میں وہاں کسی قسم کی آمدنی وصول نہیں ہوئی تو خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں خط لکھ کر بلوایا اور یہ تاکید کر دی کہ اس مدت میں جو رقم تم نے وصول کی ہو اپنے ساتھ لیتے آؤ۔

خط ملتے ہی حضرت عمیرؓ نے اپنا ڈنڈا ہاتھ میں لیا اور دارالخلافہ (مدینہ منورہ) چل پڑے' وہاں پہنچے تو راستہ کی تھکن اور گرد و غبار کی وجہ سے چہرہ غبار سے اٹ گیا تھا' دھوپ سے چہرہ کا رنگ بھی جھلس گیا تھا۔

امیر المومنین نے یہ حال دیکھا تو پوچھا تمہاری کیا حالت ہے؟

حضرت عمیرؓ نے جواب دیا: جیسا امیر المومنین ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میرے ساتھ دنیا لگی ہوئی ہے' جسے لئے لئے پھر رہا ہوں۔

امیر المومنین: تمہارے پاس کیا کیا سامان ہے؟

حضرت عمیرؓ: یہ میرا تھیلا ہے جس میں زاد راہ ہے' میرا پیالہ ہے جس میں کھاتا پیتا ہوں اور یہ چھوٹا سا مشکیزہ ہے جس میں وضو کرنے اور پینے کے لئے پانی رکھتا ہوں ان کے علاوہ یہ میرا ڈنڈا ہے جس پر ٹیک لگا لیتا ہوں اور ضرورت کے وقت دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں۔

امیر المومنین: کیا تم پیدل چل کر آئے ہو؟

حضرت عمیرؓ: جی ہاں!

امیر المومنین: وہاں کوئی شخص ایسا نہ تھا' جو سواری کا انتظام کر دیتا؟

حضرت عمیرؓ: نہ میں نے کسی سے اس کی فرمائش کی اور نہ خود ہی کسی نے اس کا بندوبست کیا۔

امیر المومنین: وہ مسلمان کتنے بداخلاق ہیں' جن کے پاس سے تم آ رہے ہو۔

حضرت عمیرؓ: امیر المومنین خدا کا خوف کیجئے خدا نے ہم کو غیبت سے روکا ہے' میں نے ان مسلمانوں کو روزہ' نماز کرتے دیکھا ہے۔

امیر المومنین: اچھا یہ بتاؤ تمہیں یہ معلوم ہے کہ میں نے تم کو وہاں کس لئے بھیجا تھا؟ تم نے وہاں کیا کارگزاری کی؟

حضرت عمیرؓ: آپؓ نے مجھے جہاں بھیجا میں وہاں گیا' وہاں کے نیک لوگوں کو جمع کیا اور ان کو مختلف قسم کی آمدنیوں کی وصولی پر مقرر کیا پھر آمدنی ہونے پر میں نے اس کو اسی شہر کے ضروری اور شرعی مصارف میں خرچ کر دیا۔

خلیفہ دوم ان کے ان بیان سے بہت خوش ہوئے اور حکم دیا کہ ان کو ان کے عہدہ پر بدستور قائم رکھا جائے۔

لیکن حضرت عمیرؓ دوبارہ اس ذمہ داری کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور بولے:

امیر المومنین! اب میں اس کام سے معافی چاہتا ہوں' میں یہ ذمہ داری قبول نہ کروں گا۔

حضرت عمرؓ: کیوں؟

حضرت عمیرؓ: اس لئے کہ ہزار احتیاطوں کے باوجود ایک دن ایک غیر مسلم (عیسائی) کے لئے میرے منہ سے نکل ہی گیا کہ اللہ تجھے خوار کرے۔ ایسی

صورت میں مجھے خدا کے مواخذہ کا ڈر لگا ہوا ہے' میں اس کے سامنے جواب دہی کی ہمت اپنے میں نہیں پاتا' یہ کہہ کر درویش صفت گورنر اپنے گھر چل دیئے، جو مدینہ سے کافی فاصلہ پر تھا۔

کچھ دنوں کے بعد ایک دن حضرت عمر فاروقؓ نے سو دینار دے کر ایک شخص کو ان کے پاس روانہ کیا' یہ صاحب ان کے مکان پر پہنچے تو وہ ایک دیوار کے سہارے باہر ہی بیٹھے تھے ان کو دیکھ کر کہا:

آیئے تشریف رکھئے آج کدھر آنا ہوا؟

قاصد: مدینہ منورہ سے آ رہا ہوں۔

حضرت عمیرؓ: امیر المومنین کا کیا حال ہے؟

قاصد: اچھے ہیں اللہ کے احکام اس کے بندوں پر نافذ کر رہے ہیں۔

حضرت عمیرؓ: اے اللہ! عمرؓ کی مدد کر، وہ تیری راہ میں سرگرم ہے۔

قاصد نے عمیرؓ کے یہاں تین دن قیام کیا اور ان کے گھر کی یہ حالت تھی کہ مشکل سے روٹی کا ایک ٹکڑا میسر ہوتا تھا' جس کو مہمان کے سامنے رکھ دیتے تھے اور خود فاقہ سے رہ جاتے تھے۔

قاصد نے رخصت ہوتے وقت وہ دینار نکال کر پیش کئے اور کہا:

امیر المومنین نے آپ کی ضرورت کے لئے بھیجے ہیں۔

حضرت عمیرؓ کی غیرت مند طبیعت نے اس کو لینا گوارا نہ کیا بولے:

مجھ کو اس کی ضرورت نہیں' اور فوراً وہ رقم محتاجوں میں تقسیم کر دی۔

یہ حالت دیکھ کر قاصد مدینہ منورہ واپس آیا اور حضرت عمرؓ کو سارا ماجرا سنایا' حضرت عمرؓ نے ان کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو انہیں معقول مقدار میں غلہ اور کچھ کپڑے عنایت فرمائے اور فرمایا:

"یہ ہدیہ میری طرف سے قبول کرو۔"

حضرت عمیرؓ: غلہ کی ضرورت مجھ کو نہیں ہے میں دو صاع (تقریباً ۷ سیر جو) گھر پر چھوڑ آیا ہوں' ہاں کپڑا لئے لیتا ہوں کہ میری بیوی کے پاس پہننے اور تن ڈھکنے کو بالکل کپڑا نہیں ہے۔

اس کے بعد اپنے گھر چلے آئے، تھوڑے دنوں کے بعد وفات پا گئے۔ امیر المومنین کو اطلاع ملی تو بہت رنج ہوا پا پیادہ قبرستان تشریف لے گئے اور ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی اور فرمایا:

"اے کاش مجھے عمیرؓ جیسا کوئی آدمی نصیب ہو۔"

کیا آج کے دور مساوات و جمہوریت میں ایسے حاکم و گورنر کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟ مگر افسوس اس کا ہے کہ آج ہم مسلمان خود ہی اپنی تعلیمات و روایات کو بھلا بیٹھے ہیں۔ ☆☆

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بناء پر طویل ہو گیا تو انہوں نے اس کا نام ”معتمد اور غیر معتمد تفاسیر“ رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کردیا۔ افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ ”ختم نبوت“ میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

(۲۸)

اصلاحی صاحب مزید لکھتے ہیں: اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ دور اوّل کے بعد تفسیر قرآن کی راہ میں جو پہلا ہی قدم اٹھایا گیا وہی غلط تھا، اس کا محرک اگرچہ ایک اچھا خیال تھا، لیکن افسوس ہے کہ اس کے نتائج خاطر خواہ نہیں نکلے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک فتنہ کا دروازہ بند کرنے کی کوشش کی گئی اور ساتھ ہی ایک دوسرے فتنہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔

(مبادی تدبر قرآن، ص:۷۹)

امین احسن اصلاحی صاحب مزید لکھتے ہیں:

جو لوگ قرآن مجید کی تفسیر کے باب میں صرف روایات ہی پر اعتماد کرتے ہیں یقیناً وہ غلو کرتے ہیں۔ یہ بات محققین کے مذہب اور طریقہ کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر میں اصل الاصول خود قرآن کے الفاظ ہیں اس کے شواہد ونظائر اور کلام کے سیاق وسباق اور اس کے نظم کا لحاظ ہے۔ ضروری ہے کہ ہر آیت کی تاویل میں ان چیزوں کو مقدم رکھا جائے۔ کسی حال میں ان سے اغماض نہ کیا جائے۔ لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ روایات واحادیث کی رہنمائی کے بغیر تفسیر قرآن کی مشکلات حل نہیں ہوسکتیں۔ قرآن مجید جس عہد کا کلام ہے اور جن لوگوں کو اوّل اوّل اس نے مخاطب کیا ہے، قدرتی طور پر اس عہد کی بے شمار خصوصیات اور اس قوم کے بے شمار حالات کی طرف وہ اشارے کرتا ہے جن کو پوری طرح بے نقاب کرنے کے لئے ہم ان لوگوں کی اعانت سے مستغنی نہیں ہوسکتے جو اس کے اوّلین مخاطب تھے، ان کی مدد سے یہ فائدہ اٹھانا قرآن مجید کے الفاظ کی حکومت کو باطل کرنا نہیں ہے اور نہ ذرہ برابر اس سے اس کی قطعیت میں کوئی فرق آتا ہے۔ کیونکہ ہم روایات وآثار کی رہنمائی سے وہیں فائدہ اٹھاتے ہیں جہاں قرآن کے الفاظ اشارہ کررہے ہوتے ہیں کہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ دعویٰ اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے کہ قرآن مجید اپنے سمجھے جانے کے لئے کسی چیز کا محتاج نہیں ہے، لیکن قرآن کی تفسیر میں روایات وآثار کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانا قرآن کے محتاج ہونے کا ثبوت نہیں ہے اور ہمارے محتاج ہونے اور قرآن کے محتاج ہونے میں بڑا فرق ہے۔

(مبادی تدبر قرآن، ص:۱۸۱)

اصلاحی صاحب مزید لکھتے ہیں: ہماری تفسیر کی کتابوں میں ایک آیت بلکہ بسا اوقات ایک ایک لفظ کے تحت اہل تاویل کے متعدد اقوال بغیر ان کے دلائل کے ذکر کے نقل کردیئے گئے ہیں۔ یہ اقوال اکثر حالات میں ایک دوسرے سے متناقض ہیں، ظاہر ہے کہ تفسیر کا یہ طریقہ نہایت غلط ہے۔ قرآن مجید اپنی دلالت میں بالکل قطعی ہے، اس لئے لازم ہے کہ ان متعدد اقوال میں سے وہی اختیار کیے جائیں جو قرآن مجید کے سیاق وسباق اور دوسرے قرائن کے مطابق ثابت ہوں ورنہ قرآن کا قطعی الدلالت ہونا معرض خطر میں پڑجاتا ہے۔ (ص:۱۸۸)

تبصرہ:

جن اہل باطل نے عام مفسرین کا طریقہ چھوڑ رکھا ہے وہ یہی دعویٰ رکھتے ہیں کہ قرآن اپنے فہم میں خود بخود سب چیزوں کے لئے کافی ہے، اس کو کسی خارجی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اصلاحی صاحب اور فراہی صاحب اور غامدی صاحب بھی اسی نظریہ پر زور دے رہے ہیں، کبھی کبھی روایات کے قبول کا مشروط اقرار کرتے ہیں لیکن عملاً اپنی تفاسیر میں ان روایات کو قریب آنے نہیں دیتے ہیں۔ بہرحال اصلاحی صاحب نے اپنی کتاب مبادی تدبر قرآن ص:۴۷ میں اہل باطل کا یہی غلط نظریہ پیش کیا ہے، لیکن اصلاحی صاحب نے اس پر اس طرح تنقید نہیں کی جو کرنی چاہئے تھی بلکہ بغیر تنقید کے نقل کیا ہے چنانچہ ان لوگوں کے نظریات دربارۂ فہم قرآن اصلاحی صاحب نے اس طرح نقل کیے ہیں:

(۱) قرآن مجید بذات خود دنیا کے ہر طبقے کے لئے ہدایت ہے، وہ محتاج تفسیر وتاویل نہیں۔ اس کا انداز بیان اس طرح واضح اور شگفتہ ہے کہ وہ مخاطب کو فہم

مطالب میں اپنے سوا کسی اور چیز کا محتاج نہیں بناتا ہے۔

(۲) صرف عربی زبان دانی قرآن کے لئے بس ہے۔

(۳) قرآن کو نہ نبی کے تشریحی بیان کی حاجت ہے، نہ شان نزول کی، لغت عرب کے سوا قرآن کے معنی سمجھنے میں کسی خارجی چیز سے مدد لینا قرآن کو معنوی تحریف کے غار میں دھکیلنا ہے اور اس کی قطعیت کو برباد کر کے اس کو مظنون و موہوم بناتا ہے۔

ان تمام دعاوی کا خلاصہ دو لفظوں میں یہ ہے کہ قرآن مجید اپنی تعلیمات، اپنی زبان، اپنے انداز بیان غرض ہر پہلو سے بالکل واضح ہے۔ اس وجہ سے اس کا مخاطب اس کو سمجھنے کے لئے عربی زبان کے علم کے سوا کسی خارجی اعانت کا محتاج نہیں ہے۔ اس دعوٰی کی تائید میں عموماً جو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ قرآن مجید، بنی نوع آدم کے تمام طبقات کے لئے صحیفہ ہدایت بن کر نازل ہوا ہے، اس کا دعوٰی یہ ہے کہ جو اس پر ایمان لائے گا فلاح پائے گا اور جو اس سے اعراض کرے گا وہ ہلاک ہوگا۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس کی تعلیم و دعوت کا معیار عام عقل انسانی کے معیار کے مطابق ہوتا کہ ہر انسان جو فکر و نظر کی عام استعداد رکھتا ہے، اس کو سمجھ سکے اور اس کی تعلیمات پر عمل کر کے خالق کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل کر سکے۔ ایک ایسی کتاب جس کا مقصد عام تعلیم و دعوت ہو، نہ تو لفظاً اتنی مجمل اور پیچیدہ ہونی چاہئے کہ جب تک خواص اس کی مشکلات حل نہ کریں وہ سمجھ میں نہ آئے اور نہ معناً اتنی مبہم اور دقیق ہونی چاہئے کہ انسانی فہم و ادراک کی عام استعداد اس کے اسرار و رموز سمجھنے سے قاصر رہ جائے۔

(۴) قرآن مجید سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ قطعی مانی جاتی ہے، اس وجہ سے اس کی تفسیر و تاویل ایسی چیزوں کی اعانت سے مستغنی ہونی چاہئے جن کا بیشتر حصہ ظنی ہے مثلاً روایات و احادیث وغیرہ، ورنہ قرآن مجید کی قطعیت برباد ہو جائے گی۔

(مبادی تدبر قرآن، ص:۷۵،۷۴)

اصلاحی صاحب نے اہل باطل سرسید احمد خان، علامہ عنایت اللہ مشرقی، غلام احمد پرویز کی عبارات کو نقل تو کر دیا لیکن معمولی تردید کے بعد ایک حد تک اس کو حق بجانب بھی قرار دے دیا۔ چنانچہ وہ ان اقوال پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

ان دلیلوں میں بہت غلط فہمیاں پوشیدہ ہیں جن کو آگے چل کر ہم بے نقاب کریں گے لیکن ایک حقیقت کا ہم کو بلا تکلف پہلے ہی قدم پر اعتراف کر لینا چاہئے کہ جو کچھ آج کہا جا رہا ہے یہ کسی عارضی غلط فہمی یا کسی ہنگامی غلط روی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کی تفسیر و تاویل کا جو طریقہ ایک عرصہ سے مسلمانوں میں رائج اور مقبول رہا ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ ایک زمانہ آئے جس میں اس طریقہ کے متعلق لوگوں کے دلوں میں بدگمانیاں اور شکوک پیدا ہوں۔

(مبادی تدبر قرآن، ص:۷۵)

تبصرہ:

میں نے اہل باطل کی تفاسیر کے دیباچوں اور مقدموں سے ان کے نظریات پر مشتمل بہت سارا مواد اکٹھا کیا ہے جو اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے لیکن ان سب کا طرز عمل بتاتا ہے کہ علامہ فراہی صاحب اور اصلاحی اور غامدی صاحب ان لوگوں سے اپنے آپ کو علیحدہ نہیں کر سکتے ہیں بلکہ ”تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ“ کے اصول کے تحت یہ حضرات بھی انہیں لوگوں کے قافلے کے ساتھی ہیں اور یہ صرف میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ تفسیر کے مقدمات میں کھل کر انہوں نے خود اس کو لکھا ہے اور اس کی ترغیب دیدی ہے۔ یاد رہے کہ فراہی صاحب تفسیر قرآن کو تاویل کہتے ہیں اور مفسرین کو اہل تاویل کہتے ہیں، یہی اصطلاح اصلاحی صاحب اور غامدی صاحب نے اختیار کی ہے۔ اصلاحی صاحب کی کتاب مبادی تدبر قرآن میں بہت کچھ شذوذ و نوادرات موجود ہیں، میں نے جو نقل کیا ہے۔ یہ کافی ہے ان لوگوں نے مجھے تھکا کر رکھ دیا ہے۔ ان کی تفسیروں میں تورات و انجیل کے حوالوں کی حیثیت بخاری و مسلم کی احادیث سے بڑھ کر ہے، ان کے ہاں جاہلیت کے اشعار اور تاریخی واقعات قرآن کی تفسیر کے لئے احادیث مقدسہ سے مقدم ہیں۔ میں نے گزشتہ صفحات میں سب کچھ ذکر کیا ہے اور آئندہ بھی بہت کچھ آ رہا ہے، ان حضرات کے نزدیک قرآن کی تفسیر کے لئے عربی لغت بھی احادیث اور سلف صالحین کے اقوال سے زیادہ اہم ہے۔

میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر مفسرین کے کمزور اقوال لے کر غلط تفسیر سے آدمی بچ جائے اور جادۂ حق پر قائم رہے، یہ بہتر ہے یا یہ بہتر ہے کہ مثلاً ان کے اقوال کو کمزور قرار دے کر خود ایسی تفسیر کے پیچھے پڑ جائیں کہ سننے اور پڑھنے والا پڑھ کر سر پکڑ لے اور کہے کہ:

”ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہوگا“

آپ خود سوچیں! ایک شخص مفسر بن کر تفسیر لکھ رہا ہے، اس تفسیر میں وہ شخص کسی حدیث کو ذکر نہیں کرتا ہے اور نہ حدیث کے مضمون و مفہوم کو تفسیر میں پیش نظر رکھتا ہے، اسی طرح وہ شخص سلف صالحین صحابہ کرام تابعین اور مفسرین کے کسی قول کو بھی پیش نہیں کرتا ہے اور نہ تفسیر کرتے وقت اس کو مد نظر رکھتا ہے بلکہ اپنے ذہن اور سوچ کے مطابق تفسیر پہ تفسیر لکھتا چلا جاتا ہے تو آپ انصاف کیجئے کہ کیا یہ تفسیر بالرائی نہیں ہے؟ اور کیا اس کی شدید وعید نہیں آئی اور کیا اس کو علماء کرام نے حرام نہیں لکھا ہے؟ اب آیئے اور امین احسن اصلاحی صاحب کی تفسیر تدبر قرآن میں ان کی چند غلطیوں کا مشاہدہ کریں! میں نے صرف تدبر قرآن کی جلد اول کے چند مقامات کی نشاندہی کی ہے، میری اس کتاب

میں امین احسن صاحب کی نو جلدوں پر مشتمل کئی ہزار صفحات پر حاوی تفسیر کی بے شمار غلطیوں کے درج کرنے کی وسعت بھی نہیں ہے اور میرے پاس اس کی استطاعت و ہمت بھی نہیں ہے۔ بس جتنا آپ حضرات کے سامنے آجائے، اس ظاہر پر وہ غائب بھی قیاس کرلیں جو ابھی تک اوراق و صفحات کے پیٹوں میں پڑا ہے۔ نیز اس سے پہلے حمید الدین فراہی صاحب کی تفسیر نظام القرآن پر میں نے بھرپور لکھا ہے، اس سے بھی امین احسن اصلاحی صاحب کی تفسیر تدبر قرآن کی غلطیوں کو پکڑا جاسکتا ہے کیونکہ یہ لوگ ایک دوسرے کے نقش قدم پر قدم بقدم چلتے ہیں۔

مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر کی غلطیاں

امین احسن اصلاحی صاحب ہندوستان کے شہر اعظم گڑھ کے ایک گاؤں میں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے حمید الدین فراہی صاحب کے قائم کردہ مدرسۃ الاصلاح میں امین احسن صاحب نے تعلیم حاصل کی، یہ مدرسہ علامہ شبلی نعمانی کی نگرانی میں چل رہا تھا۔۱۹۲۲ء میں امین احسن صاحب اس آزاد خیال مدرسہ سے فارغ ہوئے، فراغت کے بعد اصلاحی صاحب بجنور کے ایک اخبار "مدینہ" کے نائب مدیر مقرر ہوئے، اس اخبار کے دفتر سے بچوں کا ایک رسالہ "غنچہ" نکلتا تھا، اصلاحی صاحب اس کے نگران تھے، اصلاحی صاحب کچھ عرصہ تک اخبار "سچ" سے بھی وابستہ رہے، حمید الدین فراہی صاحب نے مدرسۃ الاصلاح کی ذمہ داری سنبھال لی تھی لیکن وہ عمر کے آخر میں تھے، اس لئے ان کو ایک جانشین کی ضرورت تھی جو آزاد ذہن سے اس کے کام کو آگے بڑھائے، امین احسن اصلاحی صاحب نے اس کی ذمہ داری قبول کرلی، فراہی صاحب نے اصلاحی صاحب کو شعبۂ صحافت سے ہٹایا اور قرآن کی خدمت کی طرف متوجہ کیا، ۱۹۳۰ء میں فراہی صاحب کا انتقال ہوگیا، اصلاحی صاحب کو حدیث پڑھنی تھی تو وہ مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری کے پاس گئے اور ان سے حدیث پڑھی۔ فراہی کی تصنیفات کو عام کرنے کے لئے اصلاحی صاحب نے "دائرہ حمیدیہ" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، ۱۹۳۶ء میں اصلاحی صاحب نے "الاصلاح" کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا، ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی قائم ہوئی تو امین احسن اصلاحی صاحب اس کے بانی اراکین میں شامل ہوگئے، بیس سال تک وہ جماعت اسلامی کے ساتھ رہے، شوریٰ کے رکن سے بڑھ کر وہ جماعت اسلامی کے نائب امیر ہوگئے۔

جماعت سے علیحدگی کے بعد ۱۹۵۸ء میں اصلاحی صاحب نے "تدبر قرآن" کے نام سے تفسیر لکھنا شروع کی، ۱۹۸۰ء میں آپ نے نو جلدوں میں اپنی تفسیر مکمل کرلی اور ۱۹۹۷ء میں نوے سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوگیا، جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد صاحب نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ اصلاحی صاحب نے تفسیر تو مکمل کرلی لیکن اس میں بے شمار غلطیاں کرکے غلط تفاسیر لکھنے والوں کی صف میں اپنے آپ کو لاکھڑا کیا، چونکہ اجماع امت، احادیث مقدسہ تقلید ائمہ اور تقلید مفسرین کی آپ زیادہ پرواہ نہیں کرتے تھے بلکہ تمام فقہاء اور ان کی فقہ سے بالاتر ہوکر آپ نے پرورش پائی تھی، اس لئے ان کی تفسیر "تدبر قرآن" میں بے شمار غلطیاں ہیں۔ عام مفسرین کی تفسیر اور منہج سے الگ راستہ اختیار کرنا ان کے ہاں تفسیر کے لئے بنیادی پتھر ہے، اس لئے غلطیوں پہ غلطیاں کر رہے ہیں اور ان غلطیوں پر فخر کر رہے ہیں، ان سب غلطیوں کی نشاندہی کرکے کوئی اکھٹا نہیں کرسکتا۔

وہ ریت کے ذرات کی طرح ان کی تفسیر و تشریح و ترجمہ میں پھیلی ہوئی ہیں، البتہ موٹی موٹی غلطیوں کی نشاندہی کی میں کوشش کروں گا۔ اگرچہ یہ بھی میرے لئے آسان نہیں ہے، لیکن اصلاح کی غرض سے ہمت کی کمر باندھوں گا، حمید الدین فراہی کی غلطیوں کی جو نشاندہی میں نے کی ہے، آپ سمجھیں کہ وہ ایک جلد پر مشتمل صرف چودہ سورتوں کی تفسیر کی غلطیاں ہیں۔ آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ اصلاحی صاحب کی نو جلدوں پر مشتمل اس ضخیم تفسیر میں کتنی غلطیاں ہوں گی جبکہ ان کی تفسیر کی پہلی جلد آٹھ سو چھتیس صفحات پر مشتمل ہے، اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ پوری تفسیر کتنے ہزار صفحات پر مشتمل ہوگی اور اس میں کتنی غلطیاں ہوں گی۔

اب آیئے اور امین احسن اصلاحی صاحب کی تفسیری شذوذ اور غلطیوں پر ایک نظر ڈال لیجئے! میں اپنی تحریر کی ابتداء میں حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا مختصر کلام پیش کرچکا ہوں جس میں انہوں نے اصلاحی صاحب کی تدبر قرآن کے چند مقامات کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔ میں بھی چند شذوذ کی نشاندہی کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں۔ (جاری ہے)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار، میٹھادر کراچی
فون: 32545573

اے انسان! تجھے اپنے اوپر ترس کھانا چاہیے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

اے نفس ذرا انصاف کر! اگر ایک یہودی تجھ سے کہہ دیتا ہے کہ فلاں لذیذ کھانا تیرے لئے مضر ہے تو تو صبر کرتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس کی خاطر تکلیف اٹھاتا ہے تو کیا انبیأ علیہم السلام کا قول جن کو معجزات کی تائید حاصل ہوتی ہے اور فرمان الٰہی اور صحف سماوی کا مضمون تیرے لئے اس سے بھی کم اثر رکھتا ہے' جتنا کہ اس یہودی کا ایک قیاس و اندازہ' عقل کی کمی اور علم کی کمی اور کوتاہی کے ساتھ' تعجب ہے' اگر ایک بچہ کہتا ہے کہ تیرے کپڑوں میں بچھو ہے تو بغیر دلیل طلب کئے اور سوچ سمجھے اپنے کپڑے اتار پھینکتا ہے' کیا انبیأ' علمأ اور حکمأ کی متفقہ بات تیرے نزدیک اس بچہ کی بات سے بھی کم وقعت رکھتی ہے؟ یا جہنم کی آگ' اس کی بیڑیاں' اس کے گرز' اس کا عذاب' اس کا زقوم اور اس کے آنکڑے' اس کے سانپ بچھو اور زہریلی چیزیں تیرے لئے' ایک بچھو سے بھی کم تکلیف دہ ہیں؟ جس کی تکلیف زیادہ سے زیادہ ایک دن یا اس سے کم رہتی ہے' یہ عقلمندوں کا شیوہ نہیں' اگر کہیں بہائم کو تیری حالت کا علم ہو جائے وہ تجھ پر ہنسیں اور تیری دانائی کا مذاق اڑائیں' پس اگر اے نفس! تجھ کو یہ سب چیزیں معلوم ہیں اور ان پر تیرا ایمان ہے تو کیا بات ہے کہ تو عمل میں تساہل اور ٹال مٹول سے کام لیتا ہے' حالانکہ موت کمیں گاہ پر منتظر ہے کہ وہ بغیر مہلت کے تجھے اچک لے جائے اور فرض کر کہ تجھے سو برس کی مہلت بھی مل گئی ہے تو تیرا خیال ہے کہ جس کو ایک گھاٹی طے کرنی ہے اور وہ اس گھاٹی کے نشیب میں اطمینان سے اپنے جانور کو کھلا رہا ہے وہ کبھی اس گھاٹی کو طے کر سکے گا؟ اگر تو یہ گمان رکھتا ہے' تو تو کس قدر نادان ہے' ایسے شخص کے بارے میں تیری کیا رائے ہے' جو علم حاصل کرنے کی غرض سے پردیس کا سفر کرتا ہے اور وہاں کئی سال بے کاری اور تعطل میں گزار دیتا ہے' اس خیال سے کہ وطن کی واپسی کے سال علم حاصل کر لے گا' تو تو اس کی عقل پر ہنستا ہے اور اس کے اس وہم کا مذاق اڑاتا ہے کہ علم تفقہ اتنی قلیل مدت میں حاصل ہو جائے گا یا قضا کا منصب بغیر علم و تفقہ کے توکل کی برکت سے ہاتھ آجائے گا' پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ آخر عمر کی کوشش مفید ہوتی ہے اور بلند درجات تک لے جاتی ہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہی آج کا دن تیری عمر کا آخری دن ہو تو اس دن اس کام میں مشغول کیوں نہیں ہوتا' اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے بتلا بھی دیا ہے کہ تجھے مہلت دے دی گئی ہے تو پھر بھی عجلت کرنے سے کیا چیز مانع ہے' اور آج کل' آج کل کرنے کی کیا وجہ ہے' یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ تجھے اپنی خواہشات نفس کی مخالفت مشکل معلوم ہوتی ہے' کیونکہ اس میں محنت و مشقت ہے کیا تو اس دن کا منتظر ہے جب خواہشات کی مخالفت تیرے لئے آسان ہو جائے گی' ایسا دن تو اللہ تعالیٰ نے مطلق پیدا ہی نہیں کیا اور نہ پیدا کرے گا' جنت ہمیشہ ناگواریوں اور مکارہ سے گھری رہے گی اور مکارہ کبھی نفس کے لئے آسان نہیں ہو سکتے' ایسا ہونا محال ہے' کتنا ایسا ہوتا ہے کہ تو کہتا ہے کہ کل سے یہ کام کریں گے' تجھے معلوم نہیں کہ وہ کل آچکی ہے' وہ گزشتہ دن کے حکم میں ہے' جو کام آج انجام نہیں دے سکا کل اس کا انجام دینا تیرے لئے اور بھی مشکل ہے' اس لئے کہ شہوت کی مثال ایک تناور درخت کی ہے' جس کو اکھاڑنا آدمی اپنا فرض سمجھتا ہے' اگر کوئی اس کے اکھاڑنے سے عاجز ہو گیا اور اس نے اس کو کل پر رکھا تو اس کی مثال اس نوجوان کی سی ہے' جس سے ایک درخت اکھاڑا نہیں گیا اور اس نے اس کام کو دوسرے سال کے لئے ملتوی کر دیا' وہ جانتا تھا کہ جتنا زیادہ زمانہ گزرے گا درخت مستحکم اور اس کی جڑیں مضبوط اور وسیع ہو جائیں گی اور اکھاڑنے والے کی کمزوری اور ضعف

> **اے نفس! تجھ کو زندگی کے دام ہمرنگ زمین سے ہوشیار رہنا چاہیے تھا اور شیطان سے فریب نہیں کھانا چاہیے تھا' تجھے اپنے اوپر ترس کھانا چاہیے' تجھے اپنی ہی فکر کا حکم دیا گیا ہے دیکھ تو اوقات ضائع نہ کر' تیرے پاس گنی چنی سانسیں ہیں' اگر تیری ایک سانس بھی ضائع ہو گئی تو گویا تیرے سرمایہ کا ایک حصہ ضائع ہو گیا**

میں اضافہ ہوگا' ظاہر ہے کہ جس کو شباب میں نہیں اکھاڑ سکا اس کو بڑھاپے میں کیا اکھاڑے گا' بڑھاپے کی ورزش اور محنت بہت تکلیف دہ ہوتی ہے' بھیڑیے کی تربیت واصلاح ایک عذاب ہے' سرسبز شاخ لچک رکھتی ہے اور جھکائی جاسکتی ہے' جب سوکھ جائے گی اور ایک زمانہ گزر جائے گا تو اس کا موڑنا ناممکن ہوجائے گا' پس اگر اے نفس تو ان حقائق پر ایمان نہیں رکھتا اور سہل انگاری سے کام لیتا ہے' تو تجھے کیا ہوگیا ہے کہ حکمت و دانش کا دعویدار ہے اس سے بڑھ کر حماقت اور کیا ہوسکتی ہے' غالباً تو یہ کہے کہ استقامت سے روکنے والی چیز شہوت پرستی اور آلام ومصائب پر بے صبری ہے' اگر یہی بات ہے تو تیری غباوت کتنی بڑھی ہوئی ہے اور تیرا عذر کتنا لنگ ہے اگر تو اپنے قول میں سچا ہے تو ایسی لذت کیوں نہیں تلاش کرتا جو تمام کدورتوں اور آلائشوں سے پاک ہے اور ابدالآباد تک کے لئے ہو اور یہ نعمت جنت ہی میں حاصل ہوسکتی ہے' اگر تو خواہشات کا حریص ہے اور تجھے لذت ہی عزیز ہے تو ان کی خاطر بھی تجھے نفس کی وقتی خواہشات کی مخالفت کرنی چاہئے' اس لئے کہ بسا اوقات ایک لقمہ کئی لقموں سے محروم کردیتا ہے' تیرا کیا خیال ہے اس مریض کے بارے میں جس کو طبیب نے صرف تین روز کے لئے ٹھنڈے پانی سے پرہیز بتایا ہو تاکہ وہ صحت حاصل کرسکے' پھر زندگی بھر ٹھنڈے پانی کا لطف اٹھائے' اس نے اس کو خبردار کردیا ہو کہ ٹھنڈا پانی اس حالت میں اس کے لئے سخت مضر ہے' اگر اس نے بدپرہیزی کی تو زندگی بھر اس ٹھنڈے پانی سے اس کو ہاتھ دھولینا پڑے گا' اس وقت سچ سچ بتلا عقل کا تقاضا کیا ہے؟ کیا اس کو تین دن صبر کرلینا چاہئے تاکہ زندگی آرام سے گزرے یا اپنی خواہش پوری کرلینی چاہئے' پھر تین سو دن یا تین ہزار دن برابر اس نعمت سے محروم رہے؟ تین دن کی بھی پوری عمر کے مقابلہ میں وہ حقیقت نہیں جو تیری پوری عمر کی ابدالآباد کی زندگی کے مقابلہ میں ہے (جو اہل جنت اور اہل جہنم کی مدت ہے) کیا تو کہہ سکتا ہے کہ خواہشات نفسانی کے ضبط کرنے کی تکلیف' طبقات جہنم میں عذاب نار سے زیادہ سخت اور طویل ہے؟ جو شخص ایک معمولی تکلیف بھی نہیں برداشت کرسکتا وہ عذاب الٰہی کو کیسے برداشت کرسکتا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ تو دو وجہ سے اپنے نفس کو ڈھیل دیتا ہے' ایک کفر خفی اور ایک صریح حماقت' کفر خفی یہ ہے کہ یوم حساب پر تیرا ایمان کمزور ہے اور ثواب وعتاب سے ناواقف ہے اور صریح حماقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر خفی اور اس کے استدراج کا خیال کئے بغیر اس کے عفو وکرم پر اعتماد ہے' اس کے باوجود کہ تو روٹی کے ایک ٹکڑے' غلہ کے ایک دانے اور زبان سے نکلے ہوئے ایک کلمہ کے لئے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا' بلکہ اس کے حصول کے لئے ہزار جتن کرتا ہے اور اسی جہالت کی وجہ سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مصداق ہے کہ ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد زندگی کے لئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگادے اور اللہ پر آرزوئیں باندھتا رہے' افسوس اے نفس! تجھ کو زندگی کے دام ہمرنگ زمین سے ہوشیار رہنا چاہئے تھا اور شیطان سے فریب نہیں کھانا چاہئے تھا' تجھے اپنے اوپر ترس کھانا چاہئے تجھے اپنی ہی فکر کا حکم دیا گیا ہے' دیکھ تو اوقات ضائع نہ کر' تیرے پاس گنی چنی سانسیں ہیں' اگر تیری ایک سانس بھی ضائع ہوگی تو گویا تیرے سرمایہ کا ایک حصہ ضائع ہوگیا' پس قیمت سمجھ صحت کو مرض سے پہلے' فراغت کو مصروفیت سے پہلے' دولت کو غربت سے پہلے' شباب کو ضعیفی سے پہلے' زندگی کو ہلاکت سے پہلے اور آخرت کے لئے تیاری کر' اسی لحاظ سے جتنا تجھے وہاں رہنا ہے' اے نفس کیا جب موسم سرما سر پر آجاتا ہے تو اس پوری مدت کے لئے تو تیاری نہیں کرتا؟ خوراک کا ذخیرہ' لباس کی ضروری مقدار اور ایندھن کا ایک ڈھیر جمع نہیں کرلیتا' تو تمام ضروری سامان جاڑے کا مہیا نہیں کرلیتا ہے اور اس پر بھروسہ نہیں رہتا کہ لبادہ جزاول اور ایندھن کے بغیر جاڑا گزار دے گا اور تجھ میں اس کی طاقت ہی کیا ہے؟ کیا تیرا گمان ہے کہ جہنم کی زمہریر جاڑوں کی سخت سردی سے کم ہے؟ ہرگز نہیں اور اس کا کوئی امکان نہیں کہ شدت و برودت میں ان دونوں کے درمیان کوئی تناسب نہیں' کیا تو سمجھتا ہے کہ تو بغیر سعی کے اس سے نجات حاصل کرلے گا' جیسے کہ سردی بغیر اونی کپڑے' لبادہ' آگ اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کے بغیر نہیں جاتی' اسی طرح دوزخ کی گرمی اور سردی توحید کے قلعہ اور طاعت کے خندق کے بغیر نہیں جاسکتی اور اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہے کہ اس نے تجھے اس کی حفاظت کی تدابیر سے آگاہ کردیا ہے اور اسباب آسان کردیئے ہیں' اس کا کرم یہ نہیں کہ دوسرے سے عذاب ہی ٹال دے' اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے وہ جاڑا پیدا کرتا ہے تو اس کے لئے آگ بھی پیدا کرتا ہے اور تجھے چقماق کے طریقہ پر پتھروں سے آگ نکالنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے کہ ان طریقوں سے فائدہ اٹھائے اور اپنے کو ٹھنڈک سے محفوظ رکھے اور جیسے کہ لکڑی خریدنا اور اونی کپڑے حاصل کرنا' خدا کی ضرورت نہیں' انسان کی ضرورت ہے' اسی طرح طاعت وعبادت سے بھی خدا مستغنی ہے اور یہ تمہارا فریضہ ہے کہ اس کے وسیلہ سے نجات حاصل کرو' جس نے اچھائی کی تو اپنے نفس کے لئے اور جس نے برائی کی اس کا بوجھ بھی اسی پر ہے اور اللہ جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔

☆☆..........☆☆

تحریک تحفظ ختم نبوت

۱۹۵۳ء تا ۱۹۷۴ء ایک نظر میں

تحفظ ختم نبوت کے قافلہ مجاہدین کے سرخیل اول پاکستان میں امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا نام ہمیشہ درخشندہ رہے گا

(۱۳ اور آخری قسط) حافظ محمد امین، (سابق جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام، گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)

عوام الناس تو مجلس احرار اسلام کے پبلک جلسوں میں آتے اور اکابرین تحفظ ختم نبوت کے بیانات اور تقریریں سن سن کر اس فرقے کی حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہو چکے تھے مگر جو لوگ پبلک سے دور رہتے تھے انہیں قاضی صاحب مرحوم نے اچھی طرح آگاہ کر دیا۔ یہی قاضی صاحب مرحوم کا کارنامہ تھا کہ گورنر پنجاب کا خصوصی ادارہ پنجاب سیکریٹریٹ کا پورا عملہ دفاتر کو تالا لگا کر اس تحریک احتجاج میں شامل ہوا جس کی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملے گی۔ عوام الناس میں قادیانیت کے مکروہ چہرہ کو جس طرح بے نقاب کرنے میں مجلس احرار اسلام کے لیڈران نے دن رات محنت کر کے حصہ لیا، وہاں خواص کو آگاہ کرنے میں قاضی صاحب مرحوم کا بہت بڑا کارنامہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کا اجر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ان کو دلوائیں گے۔

جب حکومت کے جبر و استبداد اور جنرل اعظم خان کے مارشل لاء نے اس تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو وقتی طور پر دبا دیا اور لیڈران اور علماء کرام کو جیلوں میں بند کر دیا کچھ لوگوں نے اس مقدس تحریک کے نتیجہ میں شہادت کا جام نوش کیا تو وقتی طور پر تو حکومت مطمئن ہو گئی اور عوام بھی خاموش ہو گئے، بچے کچھے ورکر اور مولانا غلام غوث ہزاروی روپوشی میں چلے گئے راقم بھی جب تک ممکن ہو سکا روپوش رہا جیسے پہلے آپ نے پڑھا کہ بہاول پور سے نکل کر صادق آباد سے ہوتا ہوا سندھ تھرپارکر کے علاقے کھپرو ضلع سانگھڑ چلا گیا وہاں ٹھہرا، جب حالات بالکل پُرسکون ہوئے تو واپس گوجرہ پہنچا تو جماعتی ساتھی جیلوں میں تھے، کوئی ورکر بھی باہر نہیں ملا، میں نے پھر اپنی ملازمت پر فیصل آباد (لائل پور) آ کر اپنی ڈیوٹی سنبھالی تو مجھے لاہور ٹرانسفر کر دیا گیا اس کے بعد گوجرانوالہ، سیالکوٹ، نارووال، پسرور وغیرہ بھی کچھ عرصہ رہا، پھر مجھے لاہور مرکزی آفس میں بطور بکنگ کلرک تعین کر دیا گیا۔

جب حکومت نے اس تحریک پر انکوائری کمیشن قائم کر کے چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ جسٹس منیر احمد کو مقرر کرنے کا اعلان کیا۔ اس وقت یہ آگ تو فی الحال دبا دی گئی تھی مگر اس کی چنگاریوں سے جو اس کی خاک میں پنہاں تھیں اس سے حکومت اور قادیانی ٹولہ اب بھی خوفزدہ تھا اب انکوائری کمیشن کے سامنے مجلس احرار اسلام کی نمائندگی کر کے کون اپنا بیان ریکارڈ کرائے؟ اس وقت مجلس احرار اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے نام سے لوگ اتنے خوفزدہ تھے کہ ان کو اپنے پاس بٹھانے یا بات کرنے سے بھی ڈرتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی انتظام کر دیا، مولانا عبدالرحیم اشعر مرحوم جو گرفتار ہونے سے بچ گئے تھے وہ اپنے گاؤں سے اپنی ڈیوٹی پر لائل پور آئے، دفتر سیل تھا، دوستوں کو تلاش کیا، وہاں حافظ عبدالرحمٰن مرحوم جو بہت پرانے مجلس احرار اسلام کے ورکر تھے ان سے ملے، ان کو ساتھ لے کر لاہور آ گئے، میری ڈیوٹی اس وقت لاہور آفس میں بطور بکنگ کلرک تھی مجھ سے ملاقات ہو گئی۔ جس دن تحریک کا آغاز ہوا میں نے گوجرہ سے تحریک شروع کی، مولانا عبدالرحیم اشعر مرحوم اپنے گاؤں چھٹی پر گئے ہوئے تھے وہ گاؤں میں ہونے کی وجہ سے گرفتاری سے بچ گئے، میں اس دوران ان سارے معاملات کو روپوشی کے دوران دیکھتا رہا، جب حالات حد سے تجاوز کر گئے اور لاہور میں مارشل لاء نے اپنے طور پر سب کو خاموش کر دیا تھا، تو میں بھی سندھ چلا گیا، روپوشی کے بعد واپس پنجاب آیا تو میری ملاقات دونوں حضرات سے ہو گئی۔ تحریک سے پہلے راقم اور مولانا عبدالرحیم اشعرؒ صاحب بحیثیت مبلغ دفتر احرار لائل پور (فیصل آباد) اسی بازار میں ہی رہتے تھے۔ جب ملاقات ہوئی اور انہوں نے بتایا کہ اب انکوائری کے سلسلے میں جماعت کی طرف سے پیروی کون کرے گا؟ لیڈر، ورکر سب تو جیلوں میں ہیں، ہم تینوں نے حکیم عبدالمجید سیفی صاحب جو بیڈن روڈ لاہور میں رہتے تھے، ان کے مکان پر جا کر اپنا مدعا بیان کیا تو ان کی بہت بڑی مہربانی ہوئی کہ انہوں نے ہمیں پیشکش کی کہ آپ میرے مکان پر بیٹھ کر یہ کام کریں مجھ پر اس سلسلے میں

جو پریشانی آئے گی اس کو میں فیس کروں گا اور آپ کو اپنے گھر سے تینوں ٹائم کھانا وغیرہ آپ کی ضرورت کی ہر چیز مہیا کروں گا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے مکان پر بیٹھ کر انکوائری کو فیس کیا، میں اپنی ڈیوٹی ختم کر کے شاہ عالمی گیٹ سے ان کے پاس پہنچ جاتا وہ لوگ اپنا کام کرتے پھر وکالت کے لئے ہم نے مولانا مظہر علی اظہر صاحب سے درخواست کی کہ وہ چونکہ جماعت کے بانیوں میں سے تھے اور جماعت کے بااعتماد لیڈر تھے انہوں نے اس کیس کی تیاری کی پھر جیسے جیسے لیڈران جیلوں سے رہا ہو کر آتے رہے اس کام میں شامل ہوتے رہے۔ دوران انکوائری ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ایک شخص نے بتایا کہ میں بھی گورنمنٹ ملازم ہوں، میری ڈیوٹی میو ہسپتال لاہور میں ہے، میرے پاس ریکارڈ ہے کہ اس تحریک تحفظ ختم نبوت میں دس ہزار مسلمان شہید ہوئے ہیں تو حکیم صاحب نے کہا کہ آپ یہ ریکارڈ ہمیں دے دیں تو یہ ہمارے کسی وقت کام آئے گا تو اس نے ریکارڈ ہمیں دینے میں کچھ ہچکچاہٹ محسوس کی۔ ہم نے اندازہ کیا کہ گورنمنٹ ملازم ہے، یہ ریکارڈ ہمیں دے دے گا تو اس کی ملازمت چلی جائے گی اور اس پر حکومت کی طرف سے پریشانیاں بھی آسکتی ہیں تو حکیم صاحب نے کہا کہ کچھ رقم کا بندوبست کرتا ہوں تو اس کو بتادیں گے کہ ہم تیری مدد کریں گے آپ کو ان شاءاللہ کوئی پریشانی نہیں ہوگی، آپ ریکارڈ ہمیں دیدیں اس سلسلے میں حکیم صاحب مرحوم اپنے شہر میانوالی تشریف لے گئے ان کی کوئی زمین وہاں ہوگی کہ ان سب کو فروخت کر کے پیسے لے آؤں تو یہ کام ہو جائے گا، وہ مسلمان ڈر گیا اور اس نے وہ ریکارڈ نہیں دیا۔

اس کے مقابلہ میں لدھا رام ہندو غیر مسلم کا کردار ہے کہ اس نے اپنی ملازمت کی پرواہ نہیں کی اور شاہ صاحبؒ کے کیس میں گواہی دی کہ یہ انکوائری رپورٹ غلط ہے اصل ڈائری جو میں نے شاہ صاحب کی تقریر کی لکھی تھی وہ میرے پاس ہے تو اس کی اصل رپورٹ کی وجہ سے شاہ جیؒ کی جان بچ گئی تھی ورنہ شاہ جی پر دفعہ ۱۲۴ الف کے تحت پھانسی کی سزا ہو سکتی تھی۔

بہرحال انکوائری ہوئی جو ایک کتاب کی شکل میں حکومت نے شائع کی وہ ایک ریکارڈ ہے اس پر جن جن لوگوں کے تبصرے ہوئے وہ بھی ریکارڈ ہے حالانکہ جسٹس منیر احمد کے ساتھی جسٹس ایم آر کیانی صاحب کا تبصرہ بھی لوگوں کو یاد ہوگا جس جس نے جو کیا وہ بھی ریکارڈ ہے یہ ریکارڈ دنیا میں تو کام نہیں آئے گا حشر کے دن سب کے سامنے آئے گا کہ اس نے کیا کہا۔ جب تحریک ۱۹۵۳ء شروع ہوئی تو گوجرہ میں مرزا کا ایک صحابی تھا وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے اپنے گھر سے مرزائیت کی ابتدا سے اس وقت تک کا ریکارڈ اخبارات، رسائل اور کتابوں کی شکل میں جو اس کے پاس تھا مجھے دیا میں نے وہ سب دو بوریوں میں بھر کر قاضی صاحب مرحوم کو پہنچایا جو انکوائری میں جماعت کے بہت کام آیا، ممکن ہے وہ ریکارڈ سلطان فونڈری والوں کے پاس ہوگا یا جماعت کے یا قاضی صاحب مرحوم کے گھر پر موجود ہوگا جس سے بہت فائدہ ہوا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی ابتدا:

نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبا سیر و سیاحت کے لئے مری وغیرہ گئے۔ ربوہ اسٹیشن پر قادیانی طلبا سے جھگڑا ہو گیا، واپسی پر جب بذریعہ چناب ایکسپریس ربوہ کے اسٹیشن پر پہنچے تو انہوں نے ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگادیا، ربوہ میں اس وقت قادیانیوں کا راج تھا، انہوں نے گاڑی کو روک کر ان کالج کے طلبا کو بہت مارا، جب مار پیٹ کر چکے تب گاڑی کو چلنے دیا گیا۔ یہ ٹرین جب لائل پور اسٹیشن پر پہنچی تو انہوں نے وہاں آ کر بتایا کہ ہمارے ساتھ ربوہ کے اسٹیشن پر یہ کچھ ہوا تو وہاں لوگوں نے ٹرین کو روک کر احتجاج کیا اور اپنے غم و غصے کا اظہار کیا تو اس وقت مولانا تاج محمود صاحب ریلوے کی مسجد میں خطیب تھے، ان کو پتہ چلا تو وہ بھی اسٹیشن پر پہنچ گئے اور انہوں نے بھی طلبا سے ہمدردی کا اظہار کیا اور مرزائیوں کے خلاف تقریر کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مرزائی غنڈوں کو گرفتار کر کے ان کے خلاف مقدمات قائم کئے جائیں، اس کے بعد ٹرین روانہ کی گئی۔

میں گوجرہ میں تھا مجھے رات کو عشاء کی نماز کے بعد کسی شخص نے جو اس وقت لائل پور اسٹیشن پر موجود تھا اس نے مجھے سارا واقعہ سنایا تو میں نے اسی وقت جو اسٹوڈنٹ گوجرہ مسجد میں موجود تھے، ان سے کہا کہ آپ کی برادری کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے اس پر آپ بطور احتجاج صبح کالج سے لڑکوں کو لے کر شہر میں احتجاج کریں، اخبارات میں بیان دیں کہ مرزائیوں

ESTD 1880
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

نے مسلمان لڑکوں کو مارا پیٹا ہے، اس پر احتجاج کریں تو انہوں نے میری بات پر توجہ نہیں دی، میں نے صبح اٹھ کر سیاسی جماعتوں کے لیڈروں اور ورکروں سے کہا کہ ہم مل کر احتجاج کریں تاکہ حکومت کو پتہ چلے اخبارات کے ذریعہ پاکستان کی عوام تک یہ آواز پہنچے مگر وہ بھی اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ تقریباً ۹،۱۰ بجے میں پریشانی کے عالم میں غلہ منڈی گوجرہ کے دروازے کے اندر جا رہا تھا تو اس وقت ملک نذر حسین کی دکان پر کچھ لوگ بیٹھے تھے انہوں نے مجھے اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ کل کے واقعہ پر آپ کا ردعمل کیا ہے؟ تو میں نے ان کو بتایا کہ میں نے رات کو کالج کے طلبا کو بھی کہا تھا کہ آپ احتجاج کریں اور صبح میں نے شہر کے عمائدین اور تمام سیاسی لیڈروں سے مل کر ان کو بھی آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے مگر کوئی بھی میری آواز سننے کو تیار نہیں ہوا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ ہم نے انجمن تاجران کا اجلاس بلایا ہے اور تھوڑی دیر بعد محمد طفیل صاحب جو صدر تاجران ہیں ان کی دکان پر اجلاس ہوگا آپ بھی آ جائیں، ان کی دعوت پر میں بھی ان کے اجلاس میں پہنچ گیا، وہاں احتجاج کا فیصلہ ہوا تو میں نے تانگہ پر اسپیکر فٹ کر کے احتجاج کا سلسلہ شروع کیا تو اس وقت کافی لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے اور جلوس کی شکل میں ہم جب احتجاج کرتے ہوئے غلہ منڈی کے شمالی دروازے کے ابھی اندر ہی تھے کہ کسی شخص نے بتایا کہ قادیانیوں کی جو عبادت گاہ ہے اس کو کسی نے آگ لگا دی ہے، یہ سنتے ہی میں نے اسپیکر پر اعلان کیا کہ انتظامیہ دیکھ لے، ہم نے ابھی احتجاج شروع کیا ہے ابھی ہم منڈی سے باہر بھی نہیں نکلے ہیں، یہ کام ہمارا نہیں ہے اور نہ یہ ہمارا پروگرام ہے کہ ہم کسی کی عبادت گاہ یا کسی کے مکان، دکان کو نقصان پہنچائیں، ہم پُرامن احتجاج کر کے حکومت کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ فتنہ قادیانیت اسلام اور مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک ہے اور ملک کے بھی یہ ملک دشمن ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے سبکدوش کیا جائے اور مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے، ہمارے یہ مطالبات ہیں۔ اسی وقت اے سی صاحب اور پولیس وہاں سے اس جگہ چلی گئی اور شرپسندوں نے جو آگ لگائی تھی اس پر قابو پالیا، ہم جلوس کی شکل میں قائد اعظم روڈ سے چل کر تھانہ بازار سے ہوتے ہوئے لائبریری گراؤنڈ میں پہنچے جلسہ میں احتجاجی تقریر کے بعد قرارداد پاس کر کے جلسہ ختم کرنا تھا جب جلوس گراؤنڈ میں پہنچا تو چوہدری غلام محمد صاحب کمیشن ایجنٹ نے مجھے آ کر کہا کہ اے سی صاحب آپ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں وہ تھانہ گوجرہ کے سامنے فٹ پاتھ پر کھڑے تھے، میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ حافظ صاحب! میری تقرری حال ہی میں یہاں ہوئی ہے تو آپ یہ خیال رکھیں کہ شہر کا امن خراب نہ ہو، آپ کی مہربانی ہوگی۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے جب بتایا گیا کہ فلاں جگہ آگ لگائی گئی ہے تو میں نے فوراً آپ کو آگاہ کیا اور آپ نے وہاں جا کر اپنا کام کیا، ہم نے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا، صرف اپنا مطالبہ حکومت کے سامنے پیش کرنا ہے آپ فکر نہ کریں میں دس منٹ تقریر کر کے اپنے مطالبات کی قرارداد پاس کرا کر جلسہ ختم کرنے کا اعلان کر کے جلسہ ختم کر دوں گا، ایسا ہی ہوا جب ہم جلوس جلسہ ختم کر کے اپنی دکان پر پہنچے تو چند لڑکے ایک مرزائی نور حسن کو مارتے ہوئے میرے سامنے لائے، میں نے ان کو منع کیا اور اس شخص کو ان سے خلاصی کرا کے ان سے یہ کہا کہ یہ ہمارا مشن اور ہمارا پروگرام نہیں ہے کہ کسی کو ماریں یا کسی کی املاک کو نقصان پہنچائیں، ہمارا مطالبہ حکومت سے ہے جو ہم مسلسل کر رہے ہیں اس کے بعد یہ تحریک پورے ملک میں چلی اور اللہ کا شکر ہے کہ ۱۹۵۳ء کے شہیدوں کے خون سے جو تحریر لکھی گئی تھی اس کی تعبیر ۲۱ سال کے بعد اسی تحریک کے ذریعہ ملی اور اس گروہ کو آئینی اور قانونی طور سے حکومت پاکستان نے غیر مسلم اقلیت دے کر ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا اور پوری دنیا میں مسلم غیر مسلم ممالک میں ان کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کرا دیا گیا۔ یہ بھی اسی تحریک کا کارنامہ ہے کہ مسلم امہ نے ۱۹۵۳ء میں اور ۱۹۷۴ء میں کسی کی املاک کو نقصان نہیں پہنچایا اور نہ کسی انسان کی جان لی۔ ہاں حکومت نے اپنے نامۂ اعمال میں دس ہزار مسلمان شہداء کو اپنی گردن کا ہار ضرور بنایا جس کا حساب یوم حساب کو ضرور دینا ہوگا: "جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا"

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سر میداں مگر جھکی تو نہیں

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

(۱۲)

حافظ عبید اللہ

اور پہلے مرزائی خلیفہ حکیم نورالدین بھیروی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کا ترجمہ کرتے ہوئے یوں لکھا:

’’اور ابو بکر نے کہا: اور محمد تو ایک رسول ہے، پہلے اس سے بہت رسول ہو چکے۔‘‘ (فصل الخطاب المقدمہ اہل الکتاب، صفحہ 28)

آپ نے دیکھا کہ ان دونوں تحریروں میں کہیں بھی ’’سب کے سب رسول مر چکے‘‘ کا کوئی اشارہ تک نہیں بلکہ حکیم نورالدین نے تو صاف طور پر لفظ ’’بہت رسول ہو چکے‘‘ لکھ کر بتادیا کہ یہاں تمام کے تمام رسول مراد نہیں، نیز ’’خلت‘‘ کا ترجمہ بھی ان دونوں جگہ کسی نے بھی ’’موت‘‘ نہیں کیا، لیکن جب مرزا نے وفات مسیح علیہ السلام کے لئے قرآن سے دلائل ڈھالنے کی کوشش کی تو اس نے یہ قلابازی کھائی کہ اس آیت میں الرسل سے مراد سب کے سب رسول اور خلت سے مراد ہے کہ مر چکے۔ (جبکہ خلا یخلو کا حقیقی معنی موت ہرگز نہیں)۔

علاوہ ازیں یاد رہے کہ مرزا قادیانی نے تو سورۃ المرسلات کی آیت نمبر 11 میں تحریف معنوی کرتے ہوئے لفظ ﴿الرسل﴾ جو کہ رسول کی جمع ہے سے ایک جگہ صرف اپنی ذات کو مراد لیا ہے اور یہ بات لکھی ہے کہ الرسل کا لفظ کبھی مفرد پر بھی بولا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

’’اور پھر ایک جگہ فرمایا: واذا الرسل اقتت اور جب رسول وقت مقررہ پر لائے جائیں گے۔ یہ اشارہ درحقیقت مسیح موعود کے آنے کی طرف ہے اور اس بات کا بیان مقصود ہے کہ وہ عین وقت پر آئے گا اور یاد رہے کہ کلام اللہ میں رُسل کا لفظ واحد پر بھی بولا جاتا ہے اور غیر رسول پر بھی اطلاق پاتا ہے۔‘‘ (شہادۃ القرآن، رخ6، صفحہ 319)

سورۃ المرسلات کی اس آیت کریمہ میں قیامت کے دن کا ذکر ہے جب تمام رسول جمع کئے جائیں گے، لیکن مرزا قادیانی اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اس میں صرف مسیح موعود کا ذکر ہے، اب سوال ہوتا تھا کہ مسیح موعود تو مفرد ہے جبکہ آیت میں ﴿الرسل﴾ جمع ہے، تو مرزا نے یہ شوشہ چھوڑا کہ اللہ کے کلام میں رُسل یعنی جمع کا لفظ کبھی واحد پر بھی بولا جاتا ہے، ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی بوقت ضرورت قرآن کریم کی آیات میں اپنی احمقانہ منطق کے مطابق تحریف معنوی کیا کرتا تھا، یہاں کہتا ہے کہ الرسل کا لفظ کبھی واحد پر بھی بولا جاتا ہے اور قد خلت من قبلہ الرسل میں اس کا اصرار ہے کہ اس کا یہ مفہوم ہے کہ تمام کے تمام رسول مر چکے ہیں۔

نیز متوفیک کا معنی ممیتک کرنے سے وفات مسیح کیسے ثابت ہوئی؟ کون اس بات کا منکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت آنی ہے؟ جن حضرات نے متوفیک ورافعک الی میں [توفی] سے موت مراد لی ہے وہ یہاں تقدیم وتاخیر کے قائل بھی ہیں اور یہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع پہلے ہوا اور وفات آخری زمانہ میں ہوگی (امام سیوطیؒ نے اپنی تفسیر درمنثور میں ان سے پوری سند کے ساتھ یہ روایات ذکر کی ہیں)، نیز تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن کثیر کے حوالہ سے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت پہلے گذری جس میں آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے گھر کی کھڑکی سے آسمان پر اٹھالیا گیا، پھر کتب تفاسیر میں بعض ائمہ سے یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے صرف تین پہر کے لئے موت دی تھی تا کہ ان کا رفع کرلیا جائے (حضرت وہب بن منبہؒ سے یہ تفسیر منقول ہے۔ دیکھیں تفسیر طبری)۔

یاد رہے کہ ’’توفی‘‘ کے معنی میں کتب تفاسیر میں مختلف اقوال منقول ہیں لیکن تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم سمیت آسمان کی طرف رفع ہوا اور وہ قرب قیامت نازل ہوں گے، رہی یہ بات کہ رفع سے پہلے انہیں کچھ دیر کے لئے وفات دی گئی یا نہیں؟ تو اکثر کہتے ہیں کہ بقائم ہوش وحواس اٹھالیا گیا، بعض کا یہ کہنا ہے کہ یہاں [توفی] سے مراد نیند ہے جیسے مشہور تابعی حضرت ربیعؒ وغیرہ۔ یعنی اللہ نے آپ کو سلادیا اور پھر آپ کا رفع کیا، اور کچھ کہتے ہیں کہ اللہ نے انہیں کچھ دیر کے لئے موت دیدی تھی تا کہ ان کا رفع کرلیا جائے اور پھر زندہ کر دیے گئے (توفی کے یہ تینوں معانی آگے امام ابن تیمیہؒ کے حوالے سے بیان ہوں گے)۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام بخاریؒ نے

اپنی صحیح میں باب نزول عیسیٰ بن مریم تو قائم کیا ہے، لیکن کہیں بھی باب وفات عیسیٰ بن مریم قائم نہیں کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے قائل ہیں، پھر اسی باب نزول عیسیٰ بن مریم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت لائے ہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اللہ کی قسم کے ساتھ زبان نبوی ﷺ سے بیان کیا گیا ہے، اور پھر اسی روایت کے آخر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے قرآن کی آیت سے بھی استشہاد کیا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اس وقت کے تمام اہل کتاب پر ایمان لے آئیں گے (دیکھیں، صحیح بخاری: حدیث نمبر 3448) یہ وہی حدیث ہے جس کی وجہ سے مرزا قادیانی نے صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر اپنا غصہ نکالا ہے اور انہیں "کم سمجھ، اچھی درایت نہ رکھنے والا اور غبی" وغیرہ لکھا ہے (اعجاز احمدی، رخ 19، صفحہ 127)، لیکن امام بخاریؒ نے یہ روایت باب نزول عیسیٰ بن مریم میں ذکر کی اور اس پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا یعنی وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بات سے متفق ہیں، الغرض امام بخاریؒ رحمۃ اللہ علیہ کو وفات مسیح کا قائل بتانا نرا مرزائی دجل ہے۔

مرزا قادیانی کا ایک مغالطہ

مرزا قادیانی نے حدیث کے الفاظ میں تحریف معنوی کر کے ایک مغالطہ بار بار دینے کی کوشش کی ہے، حدیث کے الفاظ ہیں کہ "کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم ......" اس وقت تمہاری حالت (مارے خوشی کے) کیا ہوگی جب مریم کے بیٹے تمہارے اندر اتریں گے اور اس وقت تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا۔ مرزا قادیانی نے اس کا ترجمہ جگہ جگہ یہ کیا ہے کہ "ابن مریم تمہارے اندر نازل ہوں گے اور وہ تمہارے اندر سے تمہارے امام ہوں گے" اور پھر یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ امام بخاری نے یہ حدیث روایت کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس مسیح نے آنا ہے وہ اسی امت میں سے اس کا امام ہوگا۔

حدیث کے ان الفاظ کا یہ مفہوم مرزا کا من گھڑت ہے، کیونکہ صحیح مسلم وسنن ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کے نزول کے وقت کی حالت یوں بیان کی گئی ہے کہ (اس وقت مسلمان اپنے امام کی اقتداء میں نماز کی صفیں درست کر رہے ہوں گے) تو اچانک عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، جب مسلمانوں کے امیر آپ کو دیکھیں گے تو آپ سے عرض کریں گے اے اللہ کے نبی آیئے آپ نماز کی امامت فرمائیں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے "لا، ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللّٰہ لھذہ الأمة" نہیں (بلکہ آپ ہی امامت کروائیں) کیونکہ تم میں سے بعض کو دوسرے بعض پر امیر بنایا گیا ہے، یہ اللہ کی طرف سے اس امت (یعنی امت محمدیہ) کی عزت افزائی ہے۔ (صحیح مسلم، باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکماً بشریعة نبینا محمد ﷺ)

نیز دیکھیں سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4077، باب فتنة الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم، اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے بعد سب سے پہلی نماز امت محمدیہ کے اس وقت کے امیر اور امام کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے (اس کے بعد آپ نمازوں کی امامت بھی کروائیں گے جیسا کہ دوسری احادیث سے پتہ چلتا ہے)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد سب سے پہلی نماز کس کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے؟

صحیح مسلم کی اس روایت میں یہ ذکر نہیں کہ اس وقت مسلمانوں کے وہ کون امیر ہوں گے جن کی اقتداء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز ادا فرمائیں گے، لیکن دوسری روایات میں اس کی تصریح بھی ہے، حافظ ابن القیمؒ نے اپنی سند کے ساتھ یہی روایت یوں نقل کی ہے:

"......فیقول امیرھم المھدی تعال صل بنا......" مسلمانوں کے امیر حضرت مہدی علیہ الرضوان آپ سے عرض کریں گے کہ آئیں نماز پڑھائیں......الخ۔ (المنار المنیف فی الصحیح والضعیف، صفحہ 147)

اسی طرح امام ابوعمرو عثمان بن سعید الدانیؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے اسی قسم کی ایک روایت نقل کی ہے، جس کے اندر یہ الفاظ ہیں:

"......ینزل علی المھدی فیقال له تقدم یا نبی اللّٰہ فصل لنا ......" حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مہدی کی موجودگی میں نازل ہوں گے تو آپ سے عرض کیا جائے گا کہ اے اللہ کے نبی آگے بڑھیں اور ہمیں نماز پڑھائیں......الی آخر الحدیث۔ (السنن الواردة فی الفتن وغوائلھا والساعة واشراطھا، جلد 1، صفحات 1236 تا 1237)

ان روایات سے ایک تو یہ معلوم ہوگیا کہ صحیح بخاری وغیرہ کی احادیث میں جو یہ الفاظ ہیں "وامامکم منکم" ان کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں میں سے ایک امام پیدا ہوں گے، بلکہ اس کا یہ معنیٰ ہے کہ جب آپ کا نزول ہوگا تو اس وقت مسلمانوں کا امام انہی میں سے ایک شخصیت ہوگی جس کی وضاحت صحیح مسلم کی حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہ بیان ہوئی کہ تمہارے امام تمہی میں سے بنائے گئے ہیں، اور پھر دوسری روایات سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ مسلمانوں کے وہ امام حضرت مہدی علیہ الرضوان ہوں گے۔ اس سے مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں ایک ہی شخصیت ہیں، کیونکہ امام اور مقتدی ایک ہی شخصیت نہیں ہوسکتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوسرے امام کے پیچھے نماز ادا کرنے کا اقرار خود مرزا قادیانی نے بھی کیا ہے، اس سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھاتے؟ تو اس نے جواب دیا:

”حدیث میں آیا ہے کہ مسیح جو آنے والا ہے وہ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے گا۔“ (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 444)

یقیناً مرزا قادیانی کا اشارہ صحیح مسلم وغیرہ کی انہی احادیث کی طرف ہے جو ہم نے نقل کی ہیں، ورنہ مرزا قادیانی کی جماعت سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ احادیث پیش کی جائیں جن کے اندر بقول مرزا قادیانی یہ بیان ہے کہ آنے والا مسیح دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

مرزا قادیانی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پر بھی یہ جھوٹ بولا کہ وہ بھی وفات مسیح کے قائل ہیں، ہم پہلے اجماع امت کے حوالوں میں امام ابن تیمیہؒ کی یہ تحریر پیش کرچکے ہیں: ”واجمعت الأمة علی أن اللّٰہ عزوجل رفع عیسیٰ الی السماء“ امت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ (بیان تلبیس الجہمیۃ، جلد 4، صفحہ 457)

جب امام تیمیہؒ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے پر امت کا اجماع نقل فرمارہے ہیں تو وہ اس اجماع کے مخالف عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں؟

اگر اب بھی امام ابن تیمیہؒ کے عقیدہ کے بارے میں کسی کو شک ہے تو وہ ان کی یہ تحریر آنکھیں کھول کر پڑھے، وہ اپنے رسالہ زیارت القبور میں لکھتے ہیں: ”وعیسیٰ علیہ السلام اذا نزل من السماء انما یحکم فیہم بکتاب ربہم وسنۃ نبیہم ...... والنبی ﷺ قد أخبرہم بنزول عیسیٰ من السماء“ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو مسلمانوں میں ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی کی سنت کے مطابق فیصلے فرمائیں گے...... نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ (زیارت القبور والاستنجاد بالمقبور، صفحہ 49، دار الصحابۃ للتراث، مصر)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ”لکن عیسیٰ صعد الی السماء بروحہ وجسدہ“ عیسیٰ علیہ السلام روح اور جسم کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، جلد 4، صفحہ 329، طبع سعودیہ)

اب بھی کوئی احمق یہ کہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ وفات مسیح کے قائل ہیں تو اس کے بارے میں ہم صرف اتنا ہی کہیں گے کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔

ابن تیمیہؒ اور [توفی] کی تین اقسام

چونکہ مرزا قادیانی نے امام ابن تیمیہؒ کے بارے میں فاضل، محدث اور مفسر جیسے الفاظ لکھے ہیں تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ایک اور عبارت بھی یہاں پیش کردی جائے، جس میں جماعت مرزائیہ کے بہت سے شکوک وشبہات کا جواب بھی آگیا ہے، امام ابن تیمیہؒ سورۃ النساء کی آیات 157، 158 نقل کرکے آگے لکھتے ہیں: ”بیان أن اللّٰہ رفعہ حیاً وسلمہ من القتل، وبیّن أنہم یؤمنون بہ قبل ان یموت، وکذلک قولہ ومطہرک من الذین کفروا ولو مات لم یکن فرق بینہ وبین غیرہ، ولفظ التوفی فی لغۃ العرب معناہ: الاستیفاء والقبض، وذلک ثلاثۃ انواع: أحدہا: توفی النوم، والثانی: توفی الموت، والثالث: توفی الروح والبدن جمیعاً، فانہ بذلک خرج عن حال أہل الارض الذین یحتاجون الی الأکل والشرب واللباس والنوم ویخرج منہم الغائط والبول، والمسیح علیہ السلام توفاہ اللّٰہ، وہو فی السماء الثانیۃ الی أن ینزل الی الارض، لیست حالہ کحالۃ اہل الارض فی الاکل والشرب واللباس والنوم والغائط والبول ونحو ذلک“ ترجمہ: ان آیات میں (یعنی سورۃ النساء کی آیات 157 تا 159 میں) اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ اٹھالیا اور قتل سے محفوظ رکھا اور یہ بیان کیا کہ وہ (یعنی اہل کتاب) ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے، اسی طرح یہ فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں آپ کو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں، تو اگر ان کی موت ہوگئی ہوتی تو پھر آپ میں اور دوسروں میں فرق کیا رہا؟ اور لفظ [توفی] کا معنی لغت عرب میں ہوتا ہے کسی چیز کا پورا پورا لینا اور قبضہ میں کرنا، اس کی تین قسمیں ہیں، ایک: نیند، دوسری: موت، تیسری: روح اور بدن دونوں کا قبضہ میں لینا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام (اس تیسری قسم) سے زمین والوں کے حال سے نکل گئے جو کھانے پینے، لباس، سونے، اور بول وبراز کے محتاج ہوتے ہیں، مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے (روح وبدن کے ساتھ) لے لیا اور وہ اس وقت دوسرے آسمان میں ہیں یہاں تک کہ آپ کا زمین پر نزول ہوگا، وہاں (آسمان پر) ان کی حالت زمین والوں جیسی نہیں کہ انہیں کھانے، پینے، لباس اور بول وبراز کی حاجت ہو۔ (الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح، جلد 4، صفحہ 38، دار العاصمۃ، السعودیۃ)

مرزا قادیانی تو امام ابن تیمیہؒ کے بارے
جھوٹ بول کر دنیا سے چلا گیا، ہم اس کی جما
ہیں کہ مرزا قادیانی نے جنہیں فاضل،
اپنے وقت کے امام جیسے القاب سے یا
سے پڑھ کر اپنے غلط عقیدے پر غور کر

یادگارِ اسلاف ورئیس الاحرار کے برادرزادہ

مولانا رشید احمد لدھیانوی رحؒ کی وفات

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا رشید احمد لدھیانویؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے برادرزادہ اور رئیس الاحرار کے فرزندار جمند مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ کے فرزند نسبتی تھے۔ راقم ۱۹۷۶ء میں رحیم یار خان میں مبلغ کی حیثیت سے گیا تو موصوف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے ناظم اعلیٰ اور چوہدری محمد سلیم (سلیم فرنیچر والے) امیر تھے۔ راقم کے تعارف میں بھرپور کردار ادا کیا۔ کچھ عرصہ بعد ۱۹۷۷ء میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کے زمانہ میں نظام مصطفیٰ کی تحریک چلی تو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جمعیت علماء اسلام میں شامل ہوگئے اور جمعیت کے پلیٹ فارم سے مؤثر کردار ادا کیا۔ جمعیت میں رہنے کے باوجود ختم نبوت کی تحریک میں مردانہ وار حصہ لیتے رہے، انہیں ختم نبوت کا تحفظ ورثہ میں ملا تھا، کیونکہ آپ نے آباؤ اجداد مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبداللہ، مولانا اسماعیل (جو تحریک آزادی کے نامور راہنما مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے فرزندانِ گرامی تھے) نے ۱۸۸۴ء میں مرزا قادیانی پر پہلا کفر کا فتویٰ صادر فرمایا اور انہیں اپنے اجداد کا کردار خوب یاد تھا، جب بھی ختم نبوت کے حوالہ سے کوئی تحریک چلی اس میں انہوں نے عظیم کردار ادا کیا۔

رحیم یار خان کا سرحدی قصبہ کوٹ سبزل ہے، جہاں کچھ قادیانی آباد ہیں، ان قادیانیوں میں سے ایک نوجوان رانا بشیر احمد مسلمان ہوا تو علاقائی قادیانی اس کے دشمن ہوگئے اور ”طاہر عارف“ نامی ایک قادیانی ڈی ایس پی تھا سے بھی دباؤ ڈلوایا۔ موصوف نے مجلس کے ساتھ رابطہ کیا تو مقامی مجلس نے مولانا غلام ربانیؒ جو جمعیت علماء اسلام کے صوبائی نائب امیر تھے کی قیادت میں ایک وفد ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بہاول پور جنرل محمد اقبال کو ملنے کے لئے تشکیل دیا، بہاولپور کی معروف سیاسی و مذہبی شخصیت علامہ رحمت اللہ رشیدؒ کی وساطت سے ایک وفد ملایا، راقم بھی اس وفد میں شامل تھا۔ مولانا غلام ربانیؒ نے ڈپٹی مارشل لاء سے صورت احوال بیان کی، انہوں نے ڈی آئی جی کو حکم دیا کہ وہ ذاتی طور پر اس کیس کو ڈیل کریں، اگلے روز رحیم یار خان میں ڈی آئی جی سے ملاقات طے ہوئی، اگلے دن جب علماء کرام اور انجمن شہریان کا ایک وفد ڈی آئی جی کو ملا تو موصوف نے کہا کہ رانا بشیر احمد (نومسلم) کون ہے؟ رانا بشیر کھڑا ہوا تو صاحب نے کہا کہ آپ پولیس میں رہے ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا، تو موصوف کہنے لگے: کسی بدمعاشی کی وجہ سے نکالے گئے ہوگے؟

اس پر مولانا کے لدھیانوی خون نے جوش مارا آپ نے کہا: مسٹر ڈی آئی جی! آپ کو بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ آپ بدمعاش ہوں گے، آپ کا ڈی ایس پی (قادیانی) بدمعاش ہوگا، واک آؤٹ! جب مولانا نے واک آؤٹ کا کہا تو وفد باہر نکل آیا۔ مسٹر ڈی آئی جی کے ساتھ دیگر افسران بھی موجود تھے۔ ڈی آئی جی پریشان اور اس کا ایک رنگ آئے اور ایک رنگ جائے۔ اس نے ماتحت افسران سے پوچھا: یہ مولوی صاحب کون ہیں؟ ڈی ایس پی خان پور جو مولانا کے جاننے والے اور ارائیں برادری سے تھے، نے کہا کہ یہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے بھتیجے ہیں اور یہ لدھیانوی خاندان سر پھرا خاندان ہے۔

ڈی آئی جی نے کہا: وفد کو بلایا جائے۔

چنانچہ وفد کو بلایا گیا، اب ڈی آئی جی کا دماغ ٹھکانے آچکا تھا۔ اس نے معذرت کی اور آئیں، بائیں، شائیں کرنے لگا۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کا انداز گفتگو غلط تھا، کیا یہ علماء کرام اور انجمن شہریان کے ذمہ دار بدمعاشوں کے حامی ہیں؟ صاحب نے چائے کا آرڈر دیا، دیگر رفقاء نے چائے پی، لیکن مولانا لدھیانویؒ نے چائے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ غرض یہ کہ مولانا خوددار اور بہادر آدمی تھے۔ راقم چار پانچ سال رہا، انہوں نے سرپرستی اور تعاون میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

بعدازاں آپ جمعیت علماء اسلام کے مختلف عہدوں پر فائز رہتے ہوئے صوبائی ناظم اعلیٰ کے عہدہ پر فائز ہوئے، جبکہ مولانا محمد عبداللہ بھکر والے امیر تھے۔ مولانا بزرگ اور بڑی عمر کے تھے۔ مولانا لدھیانویؒ نے اپنے عہدہ سے خوب فائدہ اٹھایا اور پورے صوبہ میں پھرے، اگلے ٹرم میں آپ جمعیت علماء اسلام کے صوبائی امیر منتخب ہوگئے اور امیر کی حیثیت سے بھی جمعیت کے لئے دن رات دورے کئے۔

تحریک ختم نبوت میں حصہ: آپ چونکہ بنیادی طور پر ختم نبوت کے اولین محافظ خاندان سے تھے، آپ نے ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکوں میں خوب حصہ لیا اور اپنے علاقہ میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں صوبائی سطح پر قائدانہ کردار ادا کیا۔ جناب سیّد یوسف رضا گیلانی کے دور میں پیپلز پارٹی کی خاتون رکن شیریں رحمٰن نے قومی

اسمبلی میں بل پیش کر کے ناموس رسالت کے تحفظ کے قانون تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵-سی میں ترمیم اور غیر مؤثر کرنے کی کوشش کی تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی اور اسلام آباد کے ڈریم لینڈ ہوٹل میں آل پارٹیز کانفرنس طلب کی۔ آپ نے بحیثیت صوبائی امیر، شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کے ساتھ مل کر تمام جماعتوں کے قائدین اور راہنماؤں کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی اور آل پارٹیز ناموس رسالت کانفرنس کو کامیاب کرانے کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ تا آنکہ حکومت پسپا ہوئی اور وزیر اعظم گیلانی نے ۲۷ صفحات کی سمری پر دستخط کر کے اسے برقرار رکھنے کا اعلان کیا۔ موجودہ دور میں بھی اگرچہ آپ کے پاس کوئی صوبائی عہدہ نہیں تھا، لیکن آپ جمعیت کی مرکزی عمومی اور شوریٰ کے رکن رہے اور آپ نے جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ تعلق میں کمی نہیں آنے دی۔

آپ نے مقامی سطح پر جامعہ ختم نبوت کے نام سے بہار پور روڈ پر خوبصورت ادارہ قائم کیا۔ عباسیہ ملز فروخت ہوئی اور وہاں عباسیہ ٹاؤن بنا تو جامع مسجد کا پلاٹ کوشش کر کے آپ نے حاصل کیا اور خوبصورت مسجد تعمیر کرائی۔ غرض یہ کہ آپ کی زندگی مسلسل جہد وعمل سے عبارت تھی۔ آپ معمولی بیمار ہوئے، ہسپتال لے جایا گیا اور آپ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! آپ کی نماز جنازہ دو مرتبہ ہوئی۔ پہلی نماز جنازہ جامعہ شمس العلوم رحیم یار خان کے مہتمم مولانا خلیل اللہ کی اقتدا میں عیدگاہ و جنازہ گاہ میں ادا کی گئی، جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ دوسری مرتبہ نماز جنازہ کی امامت جمعیت علماء اسلام کے مرکزی راہنما ابن محمود سینیٹر مولانا عطاء الرحمن نے کی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ، مبلغین مولانا محمد راشد مدنی، مولانا محمد اسحاق ساقی نے کی۔ مولانا کی وفات دینی حلقوں میں ایک جرأت مند، بہادر، باہمت، نظریاتی عالم دین کی وفات ہے۔ ان کی دینی خدمات رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔ ان کی وفات صرف خاندان کے لئے المیہ نہیں بلکہ جمعیت علماء اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سمیت تمام درد دین رکھنے والے افراد و اشخاص کے لئے صدمہ ہے۔ اللہ پاک مولانا کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، نیز بیوہ سمیت تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔ آمین یا الٰہ العالمین! ☆☆

جامعہ اشرفیہ لاہور کی جامع مسجد الحسن کی تعمیر جدید

جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی ہمارے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے استاذ و مربی حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ تھے۔ جامعہ کی عمر پاکستان کی عمر کے برابر ہے۔ پاکستان ماہ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا، جبکہ جامعہ اشرفیہ ماہ ستمبر ۱۹۴۷ء کو نیلا گنبد لاہور کی سائیکل مارکیٹ میں شروع کیا گیا۔ اللہ پاک نے چند سال میں جامعہ کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا اور حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ نے ۱۹۵۵ء میں فیروز پور روڈ پر سینکڑوں کنال زمین حاصل کر کے جامعہ اور جامع مسجد الحسن کی بنیاد رکھی۔ سنگ بنیاد رکھتے وقت دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلفاء حضرت مولانا جلیل احمد شیروانیؒ، حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ، حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ شریک ہوئے۔ اب ۶۳ سال بعد اس کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ ۱۰ فروری ۲۰۱۸ء کو توسیعی منصوبہ کے سنگ بنیاد کی تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب کے مہمان خصوصی تبلیغی جماعت کے عالمی امیر حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب تھے۔ تقریب کا آغاز حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی مدظلہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہتمم مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا اسعد تھانوی، علامہ خالد محمود، مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی، حاجی منیر احمد، مولانا محمود اشرف نے خطاب کیا۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا محمد یوسف خان نے سرانجام دیئے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے ٹیلی فون پر خطاب فرمایا۔ آخری کلمات مولانا محمود اشرف اور ابتدائی کلمات مولانا فضل الرحیم مدظلہ نے ارشاد فرمائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی راقم الحروف (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)، مولانا عبدالنعیم، پیر رضوان نفیس نے کی۔ تقریب میں لاہور کی دینی درس گاہوں کے نمائندین، اساتذہ کرام، دینی و سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں نے شرکت کی۔ تقریب کے انتظامات مولانا قاری ارشد عبید، حافظ اسعد عبید، مولانا زبیر حسین، مولانا مجیب الرحمن انقلابی اور جامعہ کے اساتذہ کرام اور طلبا نے سرانجام دیئے۔ یادگار اسلاف حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود مدظلہ نے پیرانہ سالی (تقریباً ۹۲ سال عمر) کے باوجود کھڑے ہو کر خطاب کیا اور آپ کے خطاب لاجواب نے محفل کو لوٹ لیا۔ جامعہ کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا فضل الرحیم مدظلہ نے فرمایا کہ تمام مصارف تعمیر ایک مخیر نے دینے کا اعلان کیا ہے اور انہوں نے نام بتلانے کی اجازت نہیں دی۔ تقریب مولانا فضل الرحیم مدظلہ کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

لا نبی بعدی

مدرسہ ختم نبوۃ مسلم کالونی چناب نگر سے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام

نامور علماء و مناظرین و ماہرین فن لیکچر دیں گے انشاءاللہ

37 واں سالانہ ختم نبوۃ کورس

بتاریخ

21 اپریل 2018 تا 12 مئی 2018

بمطابق

۴ شعبان ۱۴۳۹ھ تا ۲۵ شعبان ۱۴۳۹ھ

زیر سرپرستی

استاد المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر

عبدالرزاق اسکندر صاحب

دامت برکاتہم

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

- کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے
- شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا، جس کی قیمت تقریباً پانچ ہزار ہوگی
- کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی
- داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو۔
- موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے

درخواستوں کیلئے پتہ: شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

برائے رابطہ:
مولانا عزیز الرحمن ثانی 0300-4304277
مولانا غلام رسول دین پوری 0300-6733670